فہرست مضامین

عنوان

پیش لفظ

حرف اوّل یا چند ضروری نکات

پہلا سبق — ایک اہم سوال، موت خاتمہ ہے یا ابتدا ؟

اکثر انسان موت سے کیوں ڈرتے ہیں ؟

موت سے اس خوف کی اصل دلیل ۔

موت کی تفسیر اور سیاہ نامہ اعمال ۔

موت کے بارے میں دو مختلف نظریے ۔

دوسرا سبق — قیامت زندگی کو مفہوم دیتی ہے ۔

اگر اسی عارضی زندگی کے بعد دوسری زندگی نہ ہوتی تو کیا ہوتا ؟

قیامت پر ایمان تربیت کے لئے ایک اہم چیز ہے ۔

روز حشر کی عدالت اور دنیاوی عدالتوں میں فرق

تیسرا سبق — قیامت کی عدالت کا نمونہ خود تمہارے ضمیر میں موجود ہے

انسان کا کتنی عدالتوں میں محاکمہ ہوتا ہے ؟

پہلی عدالت اور اس کی خصوصیات ۔

دوسری عدالت اور اس کی خصوصیات

تیسری عدالت کن خصوصیات کی حامل ہے ؟

چوتھا سبق۔ ضمیر کی عدالت کے نقائص اور امتیازات
قیامت فطرت کی تجلی گاہ میں
بقا سے محبت
قدیم قوموں کے درمیان روز حشر کا عقیدہ
باطنی محکمہ کا وجود اور قیامت کا فطری ہونا۔

پانچواں سبق۔ قیامت اور انصاف کی ترازو
تمام آسمان و زمین انصاف کی بنیادوں پر قائم ہیں
اختیار اور ارادہ کی آزادی

چھٹا سبق۔ بارہا ہم نے قیامت اسی دنیا میں دیکھی ہے۔
مشرکین مسئلہ قیامت پر کیوں تعجب کرتے ہیں؟
قرآن اور موت کے بعد زندہ ہونا

ساتواں سبق۔ قیامت اور تخلیق کا فلسفہ
خدا نے ہمیں کیوں خلق کیا؟
آیا یہ دنیا دی زندگی ہماری خلقت کا مقصد بن سکتی ہے؟

آٹھواں سبق۔ روح کی بقا، قیامت کے لئے ایک علامت ہے۔
روح مادی اور الٰہی فلاسفہ کی نظر میں۔
ایک بڑی دنیا کو چھوٹی سی فضا میں نہیں رکھا جاسکتا۔
روح کی بیرونی فضا سے رابطہ کی خصوصیت۔
روح کی اصلیت اور استقلال پر تجربی دلائل۔

نواں سبق۔ جسمانی اور روحانی قیامت۔

آیا قیامت جسمانی ہے یا جسمانی اور روحانی ؟

جسمانی قیامت کا قرآن سے ثبوت ۔

عقل اور قیامت جسمانی ۔

جسمانی قیامت کے بارے میں بعض سوالات اور ان کے جوابات ۔

دسواں سبق

بہشت اور دوزخ اور اعمال کا مجسم ہو کر ظاہر ہونا ۔

کیا موت کے بعد والی دنیا اسی دنیا کی طرح ہے ؟

آیا اس دنیا کی حکومت کا نظام بھی اسی دنیا کے نظام حکومت کی طرح ہے ؟

اعمال کا مجسم ہو کر ظاہر ہونا ۔

دس سبق

هدية . هدية . هدية
المجمع العالمي لأهل البيت عليهم السلام
The Ahl-ul-Bait(a) World Assembly
www.ahl-ul-bait.org

قیامت شناسی

(جوانوں کے لئے)

از قلم ــــ آیۃ اللہ ناصر مکارم شیرازی

پیشکش ــــ بعثت فاؤنڈیشن تہران، ایران

نام کتاب ۔ قیامت شناسی

تالیف ۔ آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی

ترجمہ ۔ انجینئر سید خادم حسین ۔ بی ایس سی انجینئرنگ ۔ ایم آئی ۔ اے

کاتب ۔ صلاح الدین یارہ بنکوی ۔ امام باڑہ روڈ راٹھ حویلی فیض آباد

پیشکش ۔ بعثت فاؤنڈیشن ۔ تہران ۔ ایران

تاریخ اشاعت ۔ سنہ ۱۴۱ ہجری ، سنہ ۱۹۹ء

قیمت ۔ ۱۰ روپے

یا زهرا

پہلا سبق

ایک اہم سوال

موت خاتمہ ہے یا ابتدا؟

- اکثر انسان موت سے کیوں ڈرتا ہے۔
- موت سے خوف کی اصل دلیل۔
- موت کی تفسیر اور سیاہ نامہ اعمال۔
- موت کے بارے میں دو مختلف نظریے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اکثر انسان موت سے ڈرتے ہیں، آخر کیوں ؟

موت ہمیشہ سے ایک وحشتناک شکل میں مجسم ہوکر لوگوں کی آنکھوں کے سامنے آتی ہے۔ اور اس کا تصور ہی زندگی کے شیریں شربت کو بہت تلخ اور ناگوار بنا دیتا ہے۔

لوگ موت کے نام ہی سے صرف نہیں ڈرتے بلکہ قبرستان کے نام سے بھی نفرت کرتے ہیں اور قبروں اور مقبروں کی چمک دمک سے موت کی اصلی ماہیت کو بھلانے کی کوشش کرتے ہیں۔

دنیا کے مختلف ادب میں موت کا یہ وحشتناک تصور پوری طرح سے نمایاں ہے۔ اور ہمیشہ "موت کا بھیانک ہیولیٰ" "موت کا پنجہ" اور "موت کا طمانچہ" جیسی تعبیروں سے اسے یاد کیا جاتا ہے۔

جب لوگ کسی مردہ کا نام لینا چاہتے ہیں تو اس لئے کہ سننے والا کسی وحشت کا شکار نہ ہو اس طرح کے جملے بولتے ہیں: "اس زمانہ سے دور" "میری زبان گنگ ہوجائے" "سات پہاڑ بیچ میں آجائیں" "اس کی خاک کے ذروں کے برابر آپ کی عمر ہو" !غرضیکہ اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ سننے والے اور موت کے خیال کے درمیان ایک دیوار کھینچ جائے۔

لیکن ہمیں چاہئے کہ تجزیہ کریں اور دیکھیں کہ موت کے بارے میں لوگوں کی

وحشت کی اصل وجہ کیا رہی ہے ؟

اس عام خیال کے برخلاف لوگوں کا کیوں ایک ایسا گروہ ہے جو نہ صرف یہ کہ موت سے ہراساں نہیں ہوتا بلکہ ان کے چہرو ںپر تبسم کھیلتا ہے اور وہ موت کے استقبال میں افتخار کے ساتھ آگے بڑھتے ہیں .

ہم تاریخ میں پڑھتے ہیں کہ ایسی حالت میں جب کہ لوگوں کا ایک گروہ آبِ حیات اور جوانی کے لئے اکسیر دواؤں کی تلاش کرتا تھا تو ایک گروہ ایسا بھی تھا جو جہاد کے لئے مورچوں کی طرف عاشقانہ طور پر بڑھتا تھا اور موت کا مذاق اڑاتا تھا۔ اور کبھی کبھی یہ لوگ اپنی طولانی زندگی کا گلہ کرتے تھے اور ایک ایسے دن کی آرزو کرتے تھے جب وہ اپنے محبوب اور اپنے خدا کا دیدار کریں گے اور اس سے ملحق ہو جائیں گے اور آج بھی ہم حق و باطل کی جنگ میں تمام مورچوں پر اس حقیقت کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ شہادت کے استقبال میں کیونکر ہتھیلیوں پر اپنی جانیں لئے ہوتے تیزی سے آگے بڑھ رہے ہیں .

★ ★ ★

موت سے خوف کی اصلی دلیل

غور و فکر اور تحقیق کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہونچتے ہیں کہ موت سے ہمیشہ کی وحشت کی صرف دو وجوہات ہیں .

ا ـــ فنا کے معنوں میں موت کی تفسیر

انسان ہمیشہ فنا سے گریزاں رہتا ہے۔ بیماری سے بچتا ہے کیونکہ

اس کا عدم وجود ہی اس کی سلامتی اور بقاء ہے۔ اندھیرے سے اسے وحشت ہوتی ہے کیونکہ اسکی عدم موجودگی روشنی ہے۔

انسان فقیری سے ڈرتا ہے کیونکہ اس کی عدم موجودگی اس کو غنی کرتی ہے۔

یہاں تک کہ کبھی کبھی خالی گھر سے اسے وحشت ہوتی ہے اور ایک خالی بیابان میں وہ خوف کا شکار ہو جاتا ہے کیونکہ کوئی دوسرا وہاں موجود نہیں ہوتا۔

اور تعجب کی بات یہ ہے کہ انسان خود مردہ سے بھی ڈرتا ہے۔ مثلاً وہ اس بات کے لئے آمادہ نہیں ہوتا کہ کسی کمرہ میں اگر کوئی مردہ ہے تو رات میں وہاں رہے حالانکہ جب یہی مردہ زندہ تھا تو وہ اس شخص سے بالکل نہیں ڈرتا تھا۔

اب ہم یہ دیکھیں گے کہ انسان عدم اور نیستی سے کیوں ڈرتا ہے اور وحشت کرتا ہے۔ اسکی دلیل واضح ہے۔ ہستی کا ہستی سے ربط وضبط ہے اور وجود کی وجود کے ساتھ آشنائی ہے۔ وجود کی عدم سے ہرگز شناسائی نہیں ہوتی۔ بس اسی طرح عدم کے ساتھ ہماری بیگانگی بھی بالکل فطری ہے۔

اب اگر ہم موت کو ہر چیز کا خاتمہ سمجھتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ مرنے سے ساری چیزیں ختم ہو جاتی ہیں۔ تو ہم کو حق ہے کہ ہم موت سے ڈریں اور یہاں تک کہ اس کے نام اور خیال سے وحشت کریں۔ کیوں کہ موت ہم سے ساری چیزیں چھین لیتی ہے۔

لیکن اگر ہم موت کو ایک نئی زندگی اور حیات جاودانی کے آغاز کا ذریعہ اور عظیم عالم کی طرف ایک دریچہ سمجھیں تو فطری طور پر نہ صرف یہ کہ موت سے ہمیں وحشت نہیں ہوگی بلکہ ہر اس پاک اور کامیاب شخص کو جو موت کی طرف قدم بڑھائے گا مبارکباد پیش کریں گے۔

۲۔۔۔ سیاہ نامۂ اعمال

لوگوں کے ایسے گروہ کو بھی ہم جانتے ہیں جو موت کی تفسیر فنا اور نابودی کے معنی میں نہیں کرتے اور موت کے بعد کی زندگی کے بھی منکر نہیں ہیں لیکن اسکے باوجود موت سے ڈرتے ہیں۔

کیونکہ ان کا نامۂ اعمال اس قدر سیاہ و تاریک ہے کہ وہ موت کے بعد کی دردناک سزاؤں سے وحشت رکھتے ہیں۔

ایسے لوگ حق بجانب ہیں کہ موت سے ڈریں۔ یہ ان خطرناک مجرموں کی مانند ہیں جو قیدخانہ میں ہیں اور آزادی سے ڈرتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ جیسے ہی ان کو قیدخانہ سے باہر لے جایا جائیگا فوراً پھانسی کے تختہ کے سپرد کردیا جائے گا۔

یہ شخص قیدخانہ کی سلاخوں سے مضبوطی سے چپکا رہتا ہے۔ اس لئے نہیں کہ وہ آزادی سے نفرت کرتا ہے بلکہ وہ ایسی آزادی سے ڈرتا ہے جس کے نتیجہ میں اسے پھانسی کی سزا دیدی جائے گی۔ اسی طرح وہ بدکار لوگ جو اپنے جسموں کے تنگ پنجڑوں سے اپنی روحوں کی آزادی کو اس بات کا مقدمہ سمجھتے ہیں کہ انکے برے قابل ننگ اور ظلم وستم اور تباہ کاری کے اعمال کیوجہ سے زبردست شکنجوں سے ان کو سزا دی جائے گی، موت سے وحشت رکھتے ہیں۔

لیکن جو لوگ نہ تو موت کو اپنی فنا سمجھتے ہیں اور نہ ہی ان کا نامۂ اعمال سیاہ و تاریک ہیں وہ کیوں موت سے ڈریں گے؟

بلاشک یہی وہ لوگ ہیں جو اپنی دنیاوی زندگی کو بھی چاہتے ہیں مگر صرف

اس لئے کہ موت کے بعد آخرت میں اپنی نئی زندگی کے لئے اس دنیاوی زندگی سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکیں۔ اور اس موت کا جو اپنے اصل مقصد اور افتخار اور خدا کی خوشنودی کی راہ میں ہو خیر مقدم کرتے ہیں۔

★ ★ ★

دو مختلف نظریے

ہم بیان کر چکے ہیں کہ لوگوں کے دو گروہ ہیں اور وہ گروہ جس میں لوگوں کی اکثریت شامل ہے موت سے بیزار اور متنفر ہے۔

لیکن دوسرے گروہ کے لوگ اس موت کا جو ایک عظیم مقصد مثلاً خدا کی راہ میں شہادت کے لئے ہو خیر مقدم کرتے ہیں۔ یا کم از کم جس وقت احساس کرتے ہیں کہ ان کی عمر طبعی اب خاتمہ کے قریب پہونچ چکی ہے تو ان کے دل میں کسی طرح کے غم و اندوہ کا گذر نہیں ہوتا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں گروہ دو مختلف نظریے رکھتے ہیں۔

پہلا گروہ :

اس گروہ کے لوگ یا تو موت کے بعد کی دنیا (آخرت) پر ایمان ہی نہیں رکھتے اور یا اگر ایمان رکھتے بھی ہیں تو ابھی اس پر ان کو یقین نہیں آیا ہے لہذا موت کے لمحہ کو ہر چیز سے اپنی جدائی کا لمحہ سمجھتے ہیں۔ البتہ ہر چیز سے جدا ہونا بڑا وحشتناک ہے روشنی اور نور سے مکمل اندھیرے کی طرف قدم بڑھانا ہی دکھ سے بھرا ہے۔

اسی طرح قید خانہ سے آزاد ہونا اور ایک عدالت کیطرف اس شخص کا جانا،

(جو مجرم ہے اور جس کے جرم کا پورا ثبوت ثابت ہو چکا ہے) بھی وحشت انگیز اور ہولناک ہے۔

دوسرا گروہ :

لیکن دوسرے گروہ کے لوگ موت کو ایک نئی زندگی تصور کرتے ہیں ۔ اور موت کو دنیا کے محدود و تاریک ماحول سے جلد نکلنے کا ذریعہ اور ایک وسیع و عریض و روشن دنیا کی طرف جانا تصور کرتے ہیں۔

ان کے لئے موت ایک تنگ اور چھوٹے پنجرے سے آزاد ہونا اور وسیع آسمان کی فضا میں پرواز کرنا ہے اور ایک ایسے ماحول سے جو جھگڑوں، کشمکشوں، تنگ نظریوں، بے انصافیوں، کینہ پروریوں اور جنگوں کا مرکز ہو، باہر نکلنا ہے نیز ایک ایسے ماحول کی طرف قدم بڑھانا ہے جو ان تمام آلودگیوں سے پاک ہے۔ ظاہر ہے کہ ان لوگوں کو ایسی موت سے وحشت نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ تو حضرت علیؑ کی طرح کہتے ہیں : لابن ابی طالب انس بالموت من الطفل بثدی امہ۱ : (خدا کی قسم ایک شیر خوار بچے کو جسطرح اپنی ماں کے پستان سے محبت ہوتی ہے اس سے بھی زیادہ محبت فرزند ابو طالبؑ کو موت سے ہے۔

یا یہ لوگ فارسی زبان کے ایک شاعر کی طرح اس آواز پر سر دھنتے ہیں :

مرگ اگر مرد است گو نزد من آئی

تا در آغوش بگیرم تنگ تنگ !

من ز او جانی ستانم جاودان

او ز من دلقی ستاند رنگ رنگ !

(اگر موت مرد (بہادر ہے) تو اس سے کہو میرے سامنے آئے تاکہ میں اسے

بھینچ بھینچ کر گود میں لوں ۔ میں اس سے اپنی ہمیشہ رہنے والی زندگی لے لوں اور وہ مجھ سے دردیشی کا رنگ برنگا باس لے لے ۔)

یہ بلا سبب نہیں ہے کہ تاریخ اسلام میں ہم کو حضرت امام حسینؑ اور ان کے جانثار اصحاب جیسے افراد نظر آتے ہیں کہ جیسے جیسے ان کی شہادت کا وقت نزدیک آتا تھا ان کے چہرے اتنے ہی زیادہ شاداب و درخشاں ہوتے جاتے تھے اور وہ اپنے محبوب کے دیدار کے شوق میں پھولے نہیں سماتے تھے ۔

اور اس کے علاوہ حضرت علیؑ کی پرافتخار زندگی کی تاریخ میں ہم پڑھتے ہیں کہ جس وقت ان کے سر پر (سجدہ میں) تلوار پڑی تو کہتے جاتے تھے : "فزت برب الکعبۃ" یعنی "کعبہ کے خدا کی قسم میں کامیاب و مطمئن ہوا" ! ظاہر ہے کہ اس بیان سے یہ منظور نہیں ہے کہ انسان خود کو خطرے میں ڈال دے ۔ اور زندگی کی اس عظیم نعمت کی قدر نہ کرے ۔ اور اہم مقاصد تک پہونچنے کے لئے اس زندگی سے فائدہ نہ اٹھائے ۔

بلکہ اس بیان سے یہ منظور ہے کہ انسان زندگی سے صحیح طور پر استفادہ کرے ۔ لیکن زندگی کے خاتمہ سے ہرگز ہراساں نہ ہو خاص طور پر اگر یہ خاتمہ ایک عظیم و بلند مقصد کی راہ میں ہو ۔

سوچئے اور جواب دیجئے!

۱۔ لوگ موت سے کیوں ڈرتے ہیں؟ [illegible] ہیں؟

۲۔ کیوں ایک گروہ موت کا [illegible] کا مشتاق رہتا ہے؟

۳۔ موت کے لمحہ کو کس چیز سے [illegible] حضرات موت [illegible] سے [illegible] ہیں؟

۴۔ کیا اپنی عمر میں آپ نے [illegible] موت سے [illegible] ہوئے؟

۵۔ حضرت علیؑ کی نظر میں موت [illegible]

⁂ ⁂ ⁂

ولاية علي بن ابي طالب حصني

دوسرا سبق

قیامت زندگی کو ایک مفہوم دیتی ہے

- اگر اس مادی زندگی کے بعد دوسری زندگی نہ ہوتی تو کیا ہوتا ؟
- قیامت پر ایمان تربیت کے لئے ایک اہم چیز ہے
- روز حشر کی عدالت اور دنیا کی عدالتوں میں فرق۔

اگر اس عارضی زندگی کے بعد دوسری زندگی نہ ہوتی تو کیا ہوتا ؟

اگر ہم اس دنیا کی زندگی پر بغیر دوسری دنیا (آخرت) کی زندگی کے وجود کے نگاہ ڈالیں تو وہ بے مقصد اور بیکار نظر آئے گی۔

یہ بالکل اسی طرح ہوگا جس طرح ہم شکم مادر میں بچہ کی زندگی کا بغیر اس دنیا کی زندگی کے وجود کے تصور کریں۔

ایک بچہ جو شکم مادر میں ہوتا ہے اور اس محدود و تاریک قید خانہ میں مہینوں مقید رہتا ہے اگر وہ عقل و خرد رکھتا ہو اور وہ اپنی شکم مادر کی اس زندگی کے بارے میں غور کرے تو اسے ضرور تعجب ہوگا۔

کیوں میں اس تاریک قید خانہ میں مقید ہوں ؟

کیوں میرے لئے ضروری ہے کہ پانی اور خون کے درمیان اپنے ہاتھ پیر ماروں ؟

آخر میری اس زندگی کا کیا نتیجہ نکلے گا ؟

میں کب سے آیا ہوں اور کیوں آیا ہوں ؟

لیکن اگر اس بچہ کو ہم بتائیں کہ تمہاری زندگی کا یہ دور ایک ابتدائی دور ہے اور تمہارے جسم کے اعضا یہاں شکل اختیار کر رہے ہیں اور طاقتور بن رہے ہیں اور ایک بڑی دنیا میں جستجو اور حرکت کرنے کے لئے تیار ہو رہے ہیں۔

نو مہینے گذرنے کے بعد اس قید خانہ سے تمہاری آزادی کا حکم صادر ہوگا۔

اس کے بعد تم ایک ایسی دنیا میں قدم رکھو گے جس میں چمکتا ہو آفتاب، ور دمکتا ہوا ماہتاب، سرسبز درخت اور بہتے ہوئے پانی کی نہریں اور مختلف نعمتیں ہیں۔ تو اس وقت یہ بچہ ایک اطمینان کی سانس لیتا ہے، ور کہتا ہے اچھا اب میں سمجھا کہ اس قیدخانہ میں میرے وجود کا کیا مقصد ہے!

یہ دور زندگی ایک ابتدائی مرحلہ ہے، یہ ایک چھلانگ لگانے کے لئے تخت ہے، یہ ایک بڑی یونیورسٹی میں پہونچنے کے لئے ایک درجہ ہے۔

البتہ اگر اس دنیا کی زندگی کا راستہ رابطہ شکم مادر میں بچہ کی زندگی سے کاٹ دیا جائے تو اس کے لئے سب کچھ تاریک اور بے مقصد ہو جائے گا اور اس کی قید ایک وحشتناک قید ہو جائے گی، ور یہ قید دکھ دینے والی اور بے نتیجہ ہو گی۔

★ ★ ★

اس دنیا کی زندگی کا موت کے بعد کی زندگی سے رابطہ بھی اسی طرح کا ہے۔

ہمارے لئے کیا ضروری ہے کہ ہم اس دنیا میں ساری مشکلات کے درمیان ستر سال یا اس سے کم یا زیادہ مدت تک ہاتھ پیر ماریں؟

ایک مدت تک ہم کچے اور ناتجربہ کار رہتے ہیں، ور جب ہم پختہ اور تجربہ کار ہوتے ہیں تو ہماری عمر ختم ہو جانے والی ہوتی ہے۔

ہم کو برسوں تک علم و دانش حاصل کرنا ہوتا ہے۔ اور جس وقت ہم معلومات کے اعتبار سے پختہ ہو جاتے ہیں تو ہمارے سر پر بڑھاپے کی برف پڑ چکی ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ کس بات کے لئے ہم زندہ رہیں؟ کھانا کھانے کے لئے، لباس پہننے کے لئے اور سونے کے لئے؟ اور اسی طرح زندگی کو دسیوں سال دہرانے کے لئے؟

کیا یہ کشادہ آسمان، یہ وسیع زمین، اور یہ سارے ابتدائی مراحل، یہ سارے علوم اور تجربوں کا حاصل کرنا، یہ سب اساتذہ اور تربیت کرنے والے، کیا سب اسی کھانے پینے اور لباس پہننے اور انحطاط پذیر ایک ہی طرح کی زندگی کے لئے ہے۔؟

یہاں پران لوگوں کے لئے جو قیامت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں یہ زندگی کھوکھلی ثابت ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وہ نہ توان چھوٹے چھوٹے کاموں کو زندگی کا مقصد ہی قرار دے سکتے اور نہ وہ موت کے بعد کی دنیا (آخرت) ہی پر ایمان رکھتے ہیں۔

لہٰذا یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ ان لوگوں کا ایک گروہ ایسی بے مقصد اور کھوکھلی زندگی سے نجات کے لئے خودکشی کا اقدام کرتا ہے۔

لیکن اگر ہم یقین کریں کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ دنیا کاشتکاری کیلئے ایک وسیع زمین ہے جسمیں ہم بیج بونے کا کام کریں اور اس کی فصل ہم ایک ابدی اور جاودانی زندگی میں کاٹیں۔

دنیا ایک یونیورسٹی ہے جس میں ہمیں چاہئے کہ معلومات حاصل کریں، اور خود کو ایک ہمیشہ رہنے والی دنیا کی زندگی کے لئے تیار کریں، دنیا ایک گذرگاہ اور پل ہے جس سے ہمیں چاہئے کہ گذر جائیں۔

ایسی صورت میں دنیا کی زندگی کھوکھلی اور بے معنی نہ ہوگی۔ بلکہ ایک ابدی اور جاودانی زندگی کے لئے ایک ابتدائی مرحلہ ہوگی جس کی راہ میں

ہم جس قدر کوشاں رہیں کم ہے ۔

ہاں ! قیامت پر ایمان انسان کی زندگی کو ایک مفہوم بخشتا ہے ۔ اور انسان کو بے چینی وخوف اور کھوکھلے پن سے رہائی عطا کرتا ہے ۔

★ ★ ★

قیامت پر ایمان تربیت کے لئے ایک اہم چیز ہے

اس کے علاوہ آخرت کی عظیم عدالت کے وجود پر اعتقاد ہماری آج کی زندگی میں بے حد مؤثر ہے ۔

فرض کیجئے کہ ایک ملک میں یہ اعلان ہو جائے کہ " سال کے دوران فلاں دن کسی بھی جرم کی کوئی سزا نہ ہوگی اور اس کے لئے کوئی مقدمہ اور فائل تیار نہیں کی جائے گی اور لوگ کسی بھی سزا کے نہ دیئے جانے سے مطمئن ہو کر اس دن کو گذار سکتے ہیں ۔ پولیس اور انتظامیہ کے افسران کی اس دن چھٹی رہے گی ۔ جیل خانے اور عدالتیں اس دن بند رہیں گی ۔ یہاں تک کہ دوسرے دن جب عام زندگی شروع ہوگی تو اس دن کے جرائم کے بارے میں عدالتوں میں بحث نہیں ہوگی ۔"

سوچئے ! اس دن معاشرہ کیا شکل اختیار کرے گا ۔

روز حشر پر ایمان ایک عظیم عدالت پر ایمان ہے جس کا اس دنیا کی عدالت سے موازنہ نہیں کیا جا سکتا ۔

★ ★ ★

روز حشر کی عدالت اور دنیاوی عدالت میں فرق

[illegible] عدالت [illegible] ہیں۔

۱۔ [illegible] عدالت [illegible] سفارش کا کوئی اثر ہے اور نہ اس [illegible] پر [illegible] کوئی اثر ہے۔ اور نہ ہی اس عدالت کے [illegible] اور ثبوت [illegible] ہیں۔

۲۔ [illegible] اس دنیا کی عدالتوں کی طرح آداب و رسوم نہیں [illegible] اس میں تاخیر اور تفصیل نہیں ہے۔ [illegible] برق [illegible]

۳۔ [illegible] کا ثبوت خود ان کے [illegible] فاعل [illegible] اپنا [illegible] کی گنجائش [illegible] نہیں [illegible]۔

۴۔ [illegible]

۵۔ [illegible]

۶. اس کے علاوہ اس عدالت میں سزائیں اور جزائیں ایک خاص مدت کے لیے نہیں ہیں۔ بلکہ اکثر خود ہمارے اعمال ہیں جو ایک شکل اختیار کر لیتے ہیں اور ہمارے ساتھ ساتھ رہتے ہیں، وہ ہم کو تکلیف پہونچاتے ہیں یا آسائش اور نعمتوں میں ہم کو لے جاتے ہیں۔

ان خصوصیات کی حامل عدالت پر ایمان انسان کو ایسے مقام پر پہونچا دیتا ہے کہ وہ حضرت علیؑ کی طرح کہتا ہے:

”خدا کی قسم اگر میں راتوں کو صبح تک بجائے نرم بستر کے کانٹوں پر بسر کروں اور دنوں میں میرے ہاتھ پیر زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں اور مجھے کوچہ و بازار میں کھینچا جائے تب بھی یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہوگا کہ میں اپنے عظیم پروردگار کی بارگاہ میں اس حال میں حاضر ہوں کہ خدا کے بندوں میں سے کسی بندے پر میں نے ظلم کیا ہو یا کسی شخص کا حق غصب کیا ہو۔“ (۱)

ایسی عدالت پر ایمان ہی ہے جو اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ تپتے اور جلتے ہوئے لوہے کو اپنے بھائی عقیل ابن ابی طالب کے ہاتھ کے قریب لے جاتے ہیں جو بیت المال میں اپنے لئے ترجیح کے خواہاں ہیں۔ اور جس وقت بھائی کی فریاد بلند ہوتی ہے تو انھیں نصیحت کرتے ہیں اور کہتے ہیں: ”بھائی! آپ ایک معمولی سی آگ جو انسان کے ہاتھوں کا کھیل ہے کے شعلے سے بے چین ہو کر فریاد کرتے ہیں لیکن اپنے بھائی دامن کو اس آگ کی طرف کہ جس کے شعلے خدا کے قہر و غضب سے بھڑک رہے ہیں کھینچتے ہیں؟“ (۲)

(۱) نہج البلاغہ۔ خطبہ ۲۲۴

(۲) نہج البلاغہ خطبہ ۲۲۴

کیا ایمان کے اس درجہ پر فائز ایسے انسان کو دھوکا دیا جا سکتا ہے ؟

کیا رشوت سے اس کے ضمیر کو خریدا جا سکتا ہے ؟

کیا لالچ اور دھونس سے اس کو حق کی راہ سے باطل کی راہ کی طرف منحرف کیا جا سکتا ہے ؟ قرآن مجید کہتا ہے : جس وقت گنہگار اپنے نامۂ اعمال کو دیکھیں گے تو اپنی فریاد بلند کریں گے اور کہیں گے : مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا : (ہائے ہماری شامت ! یہ کیسی کتاب ہے کہ نہ چھوٹے ہی گناہ کو بے قلمبند کئے چھوڑتی ہے نہ بڑے گناہ کو) .... (۱)

اور اس طرح ہر کام میں اپنی ذمہ داری کا احساس انسان کی روح کی گہرائیوں میں ایک طاقتور لہر پیدا کر دیتا ہے جو اسے گمراہیوں ، ناانصافیوں اور زیادتیوں سے روکتی ہے ۔

★ ★ ★

(۱) سورہ کہف ۔ آیت ۴۹

سوچیے اور جواب دیجیے!

۱۔ اگر اس دنیا کی محدود اور عارضی زندگی کے بعد ایک دوسری دنیا، آخرت، نہ ہوتی تو کیا ہوتا؟

۲۔ توحید اور قیامت کے منکرین کا ایک گروہ کیوں خودکشی کا اقدام کرتا ہے؟

۳۔ روزِ حشر کی عدالت اور اس دنیا کی عدالت میں کیا فرق ہے؟

۴۔ قیامت پر ایمان انسان کے عمل پر کیا اثر ڈالتا ہے؟

۵۔ امیرالمومنین علی علیہ السلام نے اپنے بھائی عقیل سے کیا کہا؟ وہ کیا چاہتے تھے اور حضرت علی نے ان کو کیا جواب دیا؟

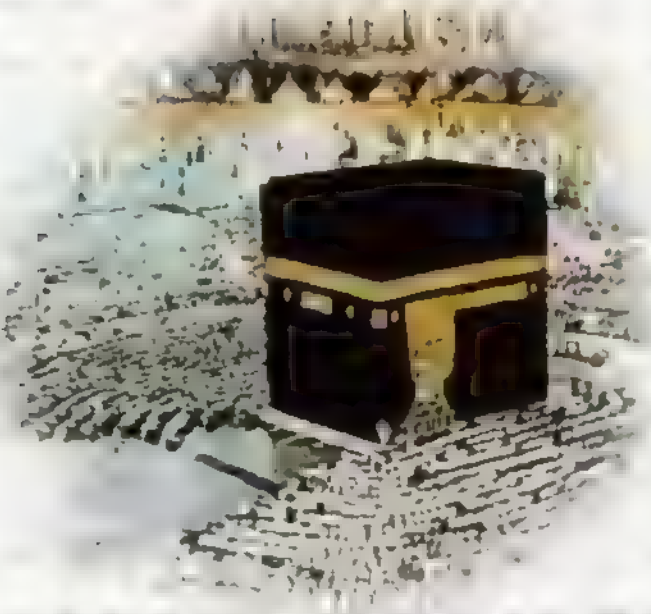

MAY ALLAH BLESS YOU

تیسرا سبق

قیامت کی عدالت کا نمونہ خود تمہارے ضمیر میں موجود ہے

- انسان کا کتنی عدالتوں میں محاکمہ ہوتا ہے۔
- پہلی عدالت اور اس کی خصوصیات۔
- دوسری عدالت اور اس کی خصوصیات۔
- تیسری عدالت کن خصوصیات کی حامل ہے۔
- ضمیر کی عدالت کے امتیازات اور نقائص۔

انسان کا کتنی عدالتوں میں محاکمہ ہوتا ہے

چونکہ موت کے بعد زندگی اور قیامت کی عظیم عدالت کا مسئلہ انسان کے لئے جو کہ اس دنیا محدود قید خانہ میں ہے بالکل نیا ہے خداوند عالم نے اُس عدالت کا ایک چھوٹا سا نمونہ اسی دنیا میں ہم کو عطا کیا ہے جس کا نام ضمیر کی عدالت ہے لیکن ہمیں فراموش نہیں کرنا چاہئے جیسا کہ ہم نے کہا ہے کا ایک چھوٹا سا نمونہ ہے۔

اس مسئلہ پر زیادہ وضاحت سے بیان پیش کرتے ہیں:

انسان جس اعمال کو انجام دیتا ہے اس کا حساب چند عدالتوں میں ہوتا ہے۔

پہلی عدالت اور اسکی خصوصیات

سب سے پہلی عدالت یہی معمولی انسانی عدالتیں ہیں۔ البتہ اپنی تمام کمزوریوں اور خامیوں کے ساتھ اگرچہ انھیں معمولی عدالتوں کا وجود جرائم کی تخفیف کے لئے کافی حد تک اثر انداز ہوتا ہے لیکن ان عدالتوں کی بنیاد اور اصلیت ایسی ہے کہ ان سے مکمل انصاف کی امید نہیں کیجا سکتی۔

اس لئے کہ اگر ان عدالتوں میں غلط قوانین اور غیر مستحق جج جگہ لیں تو اس کا نتیجہ ظاہر ہے۔ رشوت خوریاں، پارٹی بازیاں، خصوصی تعلقات، سیاسی بازیگری اور ہزاروں دوسری خرابیاں ان عدالتوں پر ایسی اثر انداز ہو جاتی

ہیں کہ کہنا درست ہوگا کہ ان کا نہ ہونا ان کے وجود سے بہتر تھا کیوں کہ ان کے وجود سے ظالموں کے غلط مقاصد کی تکمیل ہوتی ہے۔

اور اگر ان عدالتوں کے قوانین منصفانہ اور ان کے جج ہوشیار اور باتقوی بھی ہوں تب بھی بہت سے مجرم ایسے ہیں جو اس طرح ماہرانہ عمل کرتے ہیں کہ اپنی طرف سے جرم کا کوئی ثبوت نہیں چھوڑتے۔

اور یا یہ مجرم کچھ اس طرح سے اپنی فائل اور مقدمہ کو مرتب کرواتے ہیں اور عدالت میں جوڑ توڑ لگاتے ہیں کہ جج کے دست و بازو باندھ دیتے ہیں اور قوانین کو بے اثر کر دیتے ہیں۔

دوسری عدالت اور اسکی خصوصیات

دوسری عدالت جو اس عدالت سے زیادہ بہتر اور صحیح ہے "وہ جزائے اعمال" کی عدالت ہے۔

ہمارے اعمال اثر رکھتے ہیں جو کم یا زیادہ مدت میں ہمارے دامن کو پکڑ لیتے ہیں۔

اگر اسے ہم ایک عام اصول کے طور پر نہ بھی مانیں تب بھی کم از کم بہت سے موقعوں پر یہ بات صحیح ثابت ہوتی ہے۔

ہم نے ایسی حکومتیں دیکھی ہیں جن کی بنیادیں ظلم و جور و ستم پر تھیں اور ان سے جو بن پڑا انھوں نے کیا لیکن بالآخر انھوں نے جو جال بُنا تھا اسی میں پھنس گئیں۔ اور ان کے عمل کے ردعمل نے ان کے دامن کو پکڑ لیا اور اس طرح گر گئیں اور نابود ہو گئیں کہ ان کے آثار بجز بعض ورق تاریخ کے باقی نہ رہ گئے۔

چونکہ اس کی جزا و سزا علت و معلول اور ظاہری پیوندوں سے مربوط ہے اس لئے کم ہی ممکن ہے کہ کوئی شخص جوڑ توڑ کر کے اس کے چنگل سے بچا رہے.

اس عدالت میں جو نقص فقط پایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ عدالت ہمہ گیر اور عالمی نہیں ہے اور اسی وجہ سے یہ ہم کو قیامت کی اس عظیم عدالت سے بے نیاز نہیں کرتی ہے.

تیسری عدالت کن خصوصیات کی حامل ہے

تیسری عدالت جو اس دوسری عدالت سے بھی زیادہ دقیق اور صحیح ہے۔ یہ "ضمیر" کی عدالت ہے.

جسطرح نظام شمسی اپنی تمام خصوصیات کے ساتھ یک "ایٹم" میں سمٹ گیا ہے اسی طرح کہا جاسکتا ہے کہ ضمیر کی عدالت بھی قیامت کی عدالت کا ایک نمونہ ہے جو خود ہمارے وجود میں پایا جاتا ہے.

کیونکہ انسان کے وجود میں ایک ایسی پوشیدہ طاقت ہے جسے فلسفہ "عقل عملی" کہتے ہیں اور قرآن مجید اسے "نفسِ لوامہ" کہتا ہے اور آج کے دور میں اسے "ضمیر" سے تعبیر کیا جاتا ہے.

جیسے ہی اچھا یا برا کام انسان کے سامنے آتا ہے فوراً "ضمیر" کی یہ عدالت اپنا کام شروع کر دیتی ہے اور بغیر کسی شور و غل کے لیکن انتہائی صحیح اور اصولی طور پر اس مقدمہ کی سماعت شروع کرتی ہے. اور اپنے حکم کا نتیجہ سزاؤں یا جزاؤں کی صورت میں پیش کر دیتی ہے.

کبھی تو یہ عدالت مجرموں کو اندر سے کوڑے لگاتی ہے اور ان کو اسطرح

ذہنی شکنجوں میں جکڑے رہتے ہیں کہ وہ موت کا بھی آغوش کے ساتھ استقبال کرتے ہیں اور اس کو زندگی پر ترجیح دیتے ہیں اور اپنے وصیت نامہ میں کہہ دیتے ہیں کہ اگر ہم نے خودکشی کا اقدام کیا تو یہ صرف ضمیر کو چبھن سے نجات دلانے کیلئے تھا۔

اور کبھی یہ عدالت انسان کو ایک اچھے کام کے لئے اس طرح شوق دلاتی ہے کہ اسے وجد و سرور سے سرشار کر دیتی ہے۔ اور انسان اپنے اندر کی گہرائیوں میں سکون محسوس کرتا ہے ایک ایسا دلفریب، قابل تعریف اور لذت سے بھرپور سکون جسے بیان نہیں کیا جاسکتا۔

ضمیر کی عدالت کے بعض امتیازات

یہ عدالت بعض امتیازات و خصوصیات کی حامل ہے:

۱۔ اس عدالت میں جج، گواہ، حکم جاری کرنے والا اور تماشائی سب ایک ہی ہے۔ وہی ضمیر کی طاقت ہے جو گواہی دیتی ہے فیصلہ کرتی ہے اور اس کے بعد آستین اوپر چڑھاتی ہے اور اپنا حکم جاری کرتی ہے۔

۲۔ شور شرابے سے بھرپور عام عدالتوں کے برخلاف جن میں کبھی کبھی ایک مقدمہ کی کاروائی میں کئی سال لگ جاتے ہیں، اس عدالت کا فیصلہ برق رفتاری سے ہوتا ہے۔ اور عام طور پر اس میں وقت درکار نہیں ہوتا ہے البتہ کبھی کبھی جرم کے ثبوت کے ثابت ہونے کے لئے اور ضمیر کی آنکھوں کے سامنے سے غفلت کے پردے ہٹانے کے لئے کچھ وقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن ثبوت فراہم ہوتے ہی اس عدالت کا حکم فوری اور

واضح ہوتا ہے۔

۳۔ اس عدالت کا حکم آخری ہوتا ہے اور اس میں دوسری عدالت اپیل اور سپریم کورٹ وغیرہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔

۴۔ یہ عدالت صرف سزا ہی نہیں دیتی بلکہ اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرنیوالوں کو جزا بھی دیتی ہے۔ اس بنا پر یہ عدالت ایسی ہے جس میں اچھے اور برے لوگوں کا فیصلہ ہوتا ہے اور وہ اپنے اعمال کے تناسب سے جزا و سزا پاتے ہیں۔

۵۔ اس عدالت کی سزائیں عام عدالتوں کی سزاؤں سے بالکل مشابہ نہیں ہوتیں۔ بظاہر نہ تو اس میں قید کی سزا ہوتی ہے نہ کوڑے پڑتے ہیں نہ پھانسی کا تختہ ہوتا ہے اور نہ آگ میں جلایا جاتا ہے لیکن کبھی کبھی اس عدالت کی سزا اس طرح اندر ہی اندر جلاتی ہے اور ایسے قید خانے میں ڈال دیتی ہے کہ دنیا اپنی تمام وسعتوں کے ساتھ تنگ ہو جاتی ہے بلکہ کسی خوفناک وحشتناک قید خانے کی کوٹھڑی سے بھی زیادہ تنگ ہو جاتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہ چھوٹی عدالت اس دنیا کی عدالتوں کی طرح نہیں کیونکہ یہ تو قیامت کی عدالت کی ننھی سی ایک عدالت ہے۔

اس عدالت کی عظمت اس حد تک ہے کہ قرآن نے اس کے نام کی قسم کھائی ہے اور اس ضمیر کی عدالت کو قرآن قیامت کی عدالت کے پہلو بہ پہلو کہتا ہے اور کہتا ہے: لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ ○ وَلَا أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ○ أَيَحْسَبُ الْإِنسَانُ أَلَّن نَّجْمَعَ عِظَامَهُ ○ بَلَىٰ قَادِرِينَ عَلَىٰ أَن نُّسَوِّيَ بَنَانَهُ ○ "میں روز قیامت کی قسم کھاتا ہوں اور ... ملامت کرنے والے نفس کی قسم کھاتا ہوں کہ تم سب دوبارہ ضرور زندہ کئے جاؤ گے۔ کیا انسان

خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو (بوسیدہ ہونے کے بعد جمع نہ کریں گے، ہم اس پر قادر ہیں کہ اس کی پور پور درست کریں۔ (۱)

★ ★ ★

ضمیر کی عدالت کے بعض نقائص

البتہ ان تمام خصوصیات کے باوجود یہ ضمیر کی عدالت بھی چونکہ دنیاوی ہے اس لئے بعض نقائص رکھتی ہے اور ہم کو قیامت کی عدالت سے بے نیاز نہیں کرتی اس لئے کہ:

۱۔ ضمیر کی عدالت ہر چیز کی شناخت نہیں کر پاتی اور یہ ہر انسان کی عقل و فکر و تشخیص کے تناسب سے ہوتی ہے۔

۲۔ یہاں تک کہ کبھی کبھی ایک ماہر دھوکے باز انسان اپنے ضمیر کو بھی دھوکہ دے سکتا ہے اور ایک طرح سے اپنے ضمیر کے خلاف چل چل سکتا ہے۔

۳۔ کبھی کبھی بعض گنہگاروں کے ضمیر کی آواز اتنی کمزور ہوتی ہے کہ ان کے کانوں تک نہیں پہونچتی۔

اور اس طرح سے ایک چوتھی عدالت یعنی قیامت کے دن کی عظیم عدالت کی ضرورت واضح ہو جاتی ہے۔

---

(۱) سورۂ قیامت۔ آیات ۳ سے ۴ تک۔

سوچئے اور جواب دیجئے !

۱۔ دراصل انسان کا کتنی عدالتوں میں فیصلہ ہوتا ہے ؟
۲۔ پہلی عدالت اور اس کی خصوصیات کیا ہیں ؟
۳۔ دوسری عدالت کی کیا خصوصیات ہیں ؟
۴۔ تیسری عدالت کن خصوصیات کی حامل ہے ؟
۵۔ ضمیر کی عدالت کے امتیازات اور نقائص بیان کیجئے ۔

چوتھا سبق

قیامت

فطرت کی تجلّی گاہ میں

- بقائے محبت
- قدیم قوموں [illegible]
- باطنی محاورہ [illegible]
- سوچنے کا جواب

عام طور پر کہتے ہیں کہ خود شناسی انسان کی فطرت اور سرشت میں داخل ہے۔ اور اگر ہم ایک باخبر اور بے خبر انسان کے ضمیر کے بارے میں سوچیں تو ہمیں اس بات کا پتہ چلے گا کہ اس کا رابطہ ایک ماوراء الطبیعات مبداء (آغاز) سے ہے کہ جس نے علم و منصوبہ بندی اور خاص مقصد کے تحت اس دنیا کو خلق کیا ہے۔

لیکن یہ توحید اور خدا کی معرفت کے مسئلہ ہی پر منحصر نہیں ہے بلکہ تمام دین کے بنیادی اصول و فروع فطرت میں موجود ہونا چاہئیں۔ اگر ایسا نہ ہوگا تو شریعت اور خلقت میں ضروری ہم آہنگی نہ ہوگی۔ (غور کیجئے!)۔

ہم اگر اپنے دل کو ٹٹولیں اور اپنی روح و جان کی گہرائیوں میں غور کریں تو یہ آواز ہمارے ضمیر کے کانوں میں سنائی دے گی کہ زندگی کا خاتمہ موت پر نہیں ہوتا بلکہ موت عالم بقا میں جانے کا ایک دروازہ ہے!

اس حقیقت تک پہونچنے کے لئے ہمیں مندرجہ ذیل باتوں پر غور کرنا چاہئے:

۱۔ بقا سے محبّت

اگر واقعاً انسان فنا اور نابودی کے لئے پیدا کیا گیا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ فنا کا عاشق ہو اور اپنی عمر کے خاتمہ کے وقت موت سے لذت محسوس کرے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ موت (بمعنی نابودی) کا قیافہ انسان کے لئے کسی دور میں

بھی نہ صرف خوش آیند نہیں ہے بلکہ وہ اپنے تمام وجود کے ساتھ موت سے کتراتا ہے۔

طویل عمر کے پیچھے بھاگنا، جوانی باقی رکھنے کی اکسیر دواؤں کا معلوم کرنا، آب حیات کی تلاش، یہ سب باتیں اسی حقیقت کا پتہ دیتی ہیں۔

یہ بقاء، عشق و محبت اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ ہم بقا کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور اگر ہم فنا کے لئے پیدا کئے گئے ہوتے تو بقا سے یہ عشق و محبت کوئی معنی نہیں رکھتی۔

تمام بنیادی محبتیں جو ہم میں ہیں وہ ہمارے وجود کی تکمیل کرتی ہیں۔ بقا کے لئے محبت بھی ہمارے وجود کی تکمیل کرنے والی ہے۔

یہ مت بھولئے کہ ہم قیامت کے موضوع پر خداوند حکیم و دانا کے وجود کو ماننے کے بعد بحث کر رہے ہیں۔ ہمارا اعتقاد ہے کہ اس نے جو بھی ہماری ذات میں پیدا کیا ہے وہ ایک مخصوص وجہ سے ہے اور اسی لئے انسان کی بقا سے محبت والفت کی بھی ایک خاص وجہ ہونا چاہئے اور یہ سبب اس دنیا کے بعد ایک دوسری دنیا کے وجود کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔

۲ــــ قدیم قوموں کے درمیان روزِ حشر کا عقیدہ

جس طریقے سے انسانی تاریخ اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ پرانی قوموں کے درمیان بہت پرانے زمانے سے ہی کسی طور پر مذہب کا وجود تھا اسی طرح سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ ان کے درمیان بھی انسان کا "موت کے بعد کی زندگی" پر عقیدہ تھا۔

[illegible] یہاں تک کہ تاریخ سے قبل کے دور کے انسانوں [illegible] خاص طور پر مُردوں کے لئے قبروں کی بناوٹ اور [illegible] اس حقیقت کے گواہ ہیں کہ وہ لوگ موت کے بعد کی زندگی [illegible] تھے۔

[illegible] انسانی وجود میں رہیں معمولی نہیں سمجھا [illegible] ایک عادت یا مسلسل یاد دہانیوں [illegible]

[illegible] دور تک اور تاریخ کے [illegible] اس عقیدہ کو [illegible] ہیں۔

[illegible]

[illegible] باطنی جذبے [illegible] واضح ہے۔

جب دانشور یہ کہتے ہیں: صحیح تحقیقات سے پتہ چلتا ہے کہ ابتدائی زمانے کے انسانی قبیلے ایک قسم کے مذہب کو مانتے تھے. کیونکہ وہ اپنے مردوں کو ایک مخصوص طریقہ سے دفن کرتے تھے، اور ان کے کام کرنے کے اوزاروں کو ان کے ساتھ ہی رکھ دیتے تھے. اور اس طریقے سے وہ دوسری دنیا کے وجود پر اپنے عقیدہ کے بارے میں ثبوت بہم پہونچاتے تھے. (۱)

ہم خود بھی اس نتیجہ پر پہونچتے ہیں کہ یہ قومیں موت کے بعد کی زندگی کو مانتی تھیں خواہ اس عقیدہ کی راہ میں ان کی رفتار غلط ہی کیوں نہ رہی ہو۔ اور یہ قومیں یہ خیال کرتی تھیں کہ وہ زندگی بھی بالکل اسی دنیاوی زندگی کی طرح ہے اور اس میں بھی کام، اوزار اور آلات ضروری ہیں.

۳ — باطنی محکمہ یا ضمیر کا وجود قیامت کے فطری ہونے کی دوسری دلیل ہے.

جیسا کہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں سب خوبی اس بات کو محسوس کرتے ہیں کہ ہماری باطنی عدالت ہمارے اعمال کی کڑی رقابت [illegible]. یہ عدالت نیکیوں کے لئے اس طرح جزا دیتی ہے کہ ہم باطنی طور پر ایک سکون کا احساس کرتے ہیں [illegible] ہے کہ جس کو [illegible] نہیں کیا جا سکتا ہے اور [illegible] تصور ہی انسان کو عذاب دے سکتا ہے.

(۱) [illegible] صفحہ ۳۰

وہ باطنی عدالت بہت ہی موثر ہے۔ خاص طور پر گناہان کبیرہ کے لئے اس طرح سزا دیتی ہے کہ انسان کی زندگی تلخ ہو کر رہ جاتی ہے۔

اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ لوگوں نے ایک بڑے ظلم مثلاً قتل کا ارتکاب کیا اور عدالت کے چنگل سے بچنے کے لئے فرار کرنے کے بعد رضا کارانہ طور پر آئے اور خود کو عدالت کے سپرد کر کے پھانسی کے تختے کے لئے پیش کر دیا۔ اور اس اقدام کی وجہ انھوں نے اپنے ضمیر کے شکنجے سے رہائی حاصل کرنا بتائی۔

انسان اسی باطنی عدالت کا تصور کر کے خود سے سوال کرتا ہے کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ میں تو ایک چھوٹی سی دنیا ہوتے ہوئے بھی ایک ایسی عدالت کا حامل ہوں لیکن ایک بڑی دنیا اور جہان آفرینش کے لئے اس کے تناسب سے کوئی عدالت نہ ہو!

اور اس طرح سے انسان تین طریقوں سے قیامت اور موت کے بعد کی زندگی پر اعتقاد کے فطری ہونے کی طرف رہنمائی کر سکتا ہے:

- بقا سے محبت کے ذریعہ
- طول تاریخ میں تمام مذاہب میں اس عقیدہ کے وجود کے ذریعہ
- اور انسان کے وجود میں باطنی عدالت کی ایک چھوٹی سی مثال کے ذریعہ

سوچئے اور جواب دیجئے !

۱۔ فطری اور غیر فطری امور میں فرق کیونکر معلوم کیا جاسکتا ہے ؟
۲۔ انسان کی بقا سے محبت کی کیا وجہ ہے اور اس کی بقا سے یہ محبت قیامت کے فطری ہونے کی دلیل کیونکر ہے ؟
۳۔ کیا پہلے کی قومیں بھی قیامت پر ایمان رکھتی تھیں ؟ ثبوت پیش کیجئے۔
۴۔ مضبوط ضمیر کیونکر ہماری تشویق یا ملامت کرتا ہے ؟ مثالوں سے اس کی تشریح کیجئے۔
۵۔ ضمیر کی عدالت اور قیامت کی عظیم عدالت میں آپس میں کیا رابطہ ہے ؟

Subhan Allah

پانچواں سبق

قیامت
اور
انصاف کا ترازو

- تمام آسمان و زمین انصاف کی بنیادوں پر قائم ہیں۔
- اختیار اور ارادہ کی آزادی۔
- سوچیے اور جواب دیجیے۔

تمام آسمان و زمین انصاف کی بنیادوں پر قائم ہیں

معمولی سے غور و فکر کے بعد ہی ہم دیکھتے ہیں کہ اس دنیا کے نظام اور آفرینش کے قوانین میں سب جگہ ایک خاص قانون کا دور دورہ ہے اور ہر چیز اپنی جگہ مناسب طور پر قائم ہے۔

انسان کے بدن میں بھی یہ عادلانہ نظام اس قدر دلچسپ طریقہ سے قائم ہے کہ اس میں ایک معمولی سی ناموزوں تبدیلی ہی انسان کی بیماری یا موت کا سبب بن جاتی ہے۔

مثال کے طور پر آنکھ، دل اور دماغ کی طرز ساخت میں ہر چیز ٹھیک اپنی جگہ پر اور ضروری حد تک ہے۔ یہ انصاف و نظم محض انسانی جسم کی طرز ساخت میں ہی نہیں بلکہ تمام کائنات میں موجود ہے جس کی بناء پر کہا گیا ہے:

بالعدل قامت السموات والارض (تمام آسمان و زمین انصاف کی بنیادوں پر قائم ہیں)۔

اس کائنات کا ایک "ایٹم" (ذرّہ) اس قدر چھوٹا ہے کہ ان کی کروڑوں کی تعداد ایک سوئی کی نوک پر آجاتی ہے۔ ذرا غور کیجئے کہ کروڑوں سال تک رہنے والے ان کے وجود کے لئے ان کی طرز ساخت کس قدر صحیح اور منظم ہونی چاہئے!

یہ اسی عدالت اور انتہائی صحیح نظام کی بناء پر الیکٹروں (ELEC TRONS) اور پروٹروں (PROT RONS) کا (ایٹم میں) بالکل صحیح نظام ہے۔ اور کوئی بھی چھوٹی بڑی چیز ایسے بے نظیر نظام کی گرفت سے باہر نہیں ہے۔

کیا واقعاً انسان کی خلقت استثنائی تخلیق ہو سکتی ہے ؟ کیا وہ اس عظیم کائنات میں ایک بے جوڑ پیوند ہے کہ وہ آزاد ہے اور جو چاہے "بدنظمی" ظلم اور ناانصافی کرتا پھرے ؟ یا اس مقام پر کوئی پوشیدہ حقیقت ہے ؟

اختیار اور ارادہ کی آزادی

حقیقت یہ ہے کہ انسان تمام موجودات عالم پر ایک بنیادی فوقیت رکھتا ہے اور وہ اس کے "ارادے اور اختیار کی آزادی" ہے۔

خدا نے اس کو آزاد کیوں پیدا کیا ہے ؟ اور کیوں اس کو قوت فیصلہ عطا کی ہے کہ وہ جو کام چاہے انجام دے ؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر انسان کو آزاد پیدا نہ کیا گیا ہوتا تو وہ ترقی کی منزلیں طے نہیں کر سکتا تھا۔ اور اس کا یہی عظیم امتیاز اس کی روحانی اور اخلاقی تکمیل کا ضامن ہے۔ مثال کے طور پر اگر کسی کو تلوار کی نوک پر زبردستی کمزوروں کی مدد کرنے پر اور معاشرہ کے مفید کاموں کے لئے مجبور کیا جائے تو یہ اچھے کام انجام تو پائیں گے لیکن ان کاموں سے اس شخص کا، جس نے یہ کام انجام دئے۔ کوئی بھی اخلاقی اور روحانی ارتقاء نہیں ہوگا۔ برخلاف اس کے اگر کوئی شخص خود اپنی خواہش اور ارادے سے ان کاموں کا ایک فیصد حصہ بھی انجام دے تو یہ سمجھا جائے گا کہ اسی مناسبت سے اس نے اپنے روحانی اور اخلاقی کردار کی تکمیل کی راہ میں قدم بڑھایا ہے۔

اس بناء پر انسان کی روحانی اور اخلاقی تکمیل کے لئے پہلی شرط اس کے ارادے اور اختیار کی آزادی ہے تاکہ وہ خود اپنے پیروں سے اس راستہ پر

گار بن ہوں نہ کہ کسی مجبوری کی بنا پر۔ اور اگر خدا نے انسان کو یہ عظیم نعمت بخشی ہے تو یہ صرف اسی ارتقاء معنوی و اخلاقی کی منزلیں طے کرنے کے لیے ہے۔

لیکن یہ عظیم نعمت بہتوں کی نعمت کی مانند ہے کہ اس سے ناجائز فائدے بھی اٹھائے جا سکتے ہیں اور یہ انسانوں کی ارادہ اور اختیار کی آزادی سے غلط فائدہ اٹھاتا ہے۔ اور اس کا ظلم و فساد و گناہ سے آلودہ ہوتا ہے۔

البتہ خدا کے لئے یہ امر بالکل مشکل نہ تھا کہ جیسے ہی انسان ظلم و ستم کے نزدیک اپنے ہاتھ بڑھاتا فوراً اسے کسی نہ کسی آفت میں مبتلا کر دیتا اور جیسے ہی کسی کام کا خیال ہی اس کے دماغ میں آتا تو وہ بے ہوش ہو جاتا، اسکی آنکھ کی روشنی جاتی رہتی اور یا اسکی زبان گنگ ہو جاتی۔

یہ صحیح ہے کہ اس حالت میں کوئی شخص بھی اس آزادی سے غلط فائدہ نہ اٹھاتا اور گناہ کی تلاش میں نہ جاتا لیکن اس کا یہ تقویٰ اور پرہیزگاری درحقیقت محض مجبوراً ہوتی اور کسی حیثیت سے بھی انسان کے لئے قابل افتخار نہ ہوتی بلکہ دراصل یہ پرہیزگاری صرف فوری طور پر بغیر کسی وقفہ کے شدید سزا میں مبتلا ہو جانے کے ڈر سے ہوتی۔

لہذا انسان کو چاہئے کہ ہر حال میں مختار اور آزاد ہو۔ اور اللہ کے طرح طرح کے امتحانات کے لئے تیار رہے۔ اور علاوہ بعض استثنائی موقع کے تمام فوری سزاؤں سے محفوظ رہے تاکہ اپنے بیش قیمت وجود کا ثبوت دے سکے۔

لیکن اس مقام پر ایک بات رہ جاتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اگر حالات یہی رہیں اور ہر شخص ایک راہ اختیار کرے تو پھر نیک اور بدکار کی عدالت کا

قانون، جو تمام کائنات پر نافذ ہے، ناقص رہ جائے گا۔

اسی موقع کے لئے ہم یقین کرتے ہیں کہ انسان کے لئے ایک عدالت معین کی گئی ہے جس میں سب ہی بغیر کسی استثناء کے حاضر ہوں گے اور اپنے اعمال کی جزا و سزا پائیں گے۔ اور اس کائنات کی عام عدالت سے وہ اپنے انصاف کا حصہ حاصل کریں گے۔

کیا یہ ممکن ہے کہ نمرودوں، فرعونوں، چنگیزوں اور قارونوں کا ظلم و ستم ایک زمانہ تک جاری رہے اور ان کے اعمال کا کوئی حساب و کتاب نہ ہو؟

کیا یہ ممکن ہے کہ مجرمین اور پرہیزگار افراد پروردگارِ عالم کی میزانِ عدالت میں یکساں ہوں؟۔

اور جیسا کہ قرآن میں کہا گیا ہے: اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ کَالْمُجْرِمِیْنَ مَا لَکُمْ کَیْفَ تَحْکُمُوْنَ ۞ (تو کیا ہم فرمانبرداروں کو نافرمان کے برابر کر دیں گے؟ (ہرگز نہیں) تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تو کیا حکم لگاتے ہو؟)

(سورۂ قلم۔ آیات ۳۵ و ۳۶)

اور ایک دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے: اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِیْنَ کَالْفُجَّارِ ۞ "کیا ہم پرہیزگاروں کو مثل بدکاروں کے بنا دیں؟"

(سورۂ ص۔ آیت ۲۸)

یہ صحیح ہے کہ بدکاروں کے ایک گروہ کو اسی دنیا ہی میں اپنے اعمال کا بدلہ مل جاتا ہے یا اس کا کچھ حصہ اسی دنیا میں مل جاتا ہے۔

اور یہ صحیح ہے کہ ضمیر کی عدالت بھی ایک اہم مسئلہ ہے۔

اور یہ بھی درست ہے کہ گناہ و ظلم و ستم کے ردِ عمل اور ناانصافیوں کے خراب نتیجے کبھی کبھی انسان کے دامن کو خود ہی پکڑ لیتے ہیں۔

لیکن ہم اگر صحیح طریقے سے غور و فکر کریں تو دیکھتے ہیں کہ ان تینوں باتوں میں سے کوئی بھی مکمل اور عمومی نہیں ہے جو تمام ظالموں اور گنہ گاروں کو ٹھیک ٹھیک اس کے ظلم و گناہ کی مناسبت سے سزا دے سکے اور بہت سے اشخاص ایسے ہیں جو اعمال کی سزا کے چنگل سے ضمیر کی سزاؤں سے اور اپنے خراب اعمال کی تصویروں سے فرار کر جاتے ہیں یہاں تک کہ سزا نہیں پاتے.

بس ضروری ہے کہ ایسے افراد کے لئے اور سب کے لئے ایک ایسی محکمہ اور عدالت ہو جس میں سوئی کی نوک کے برابر بھی نیکی یا برائی کا محاسبہ ہو سکے ورنہ صحیح انصاف کی حفاظت نہ ہو سکے گی.

اس بنا پر "پروردگار عالم کے وجود" اور "اس کی عدالت" کو اور "قیامت کے وجود" کو ماننا یکساں ہے. اور یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے.

سوچئے اور جواب دیجئے

۱۔ [illegible] فطرت عدل قائم ہے ؟

۲۔ انسان کو [illegible] اور ضمیر کی آزادی کی نعمت کیوں دی گئی ہے ؟

۳۔ اگر اس دنیا میں [illegible] کی فوری اور شدید سزا مل جایا کرتی تو کیا ہوتا ؟

۴۔ [illegible] کیوں نہیں قیامت کی عدالت [illegible] ؟

۵۔ [illegible] ۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

مشرکین قیامت کے [illegible] تعجب کیوں کرتے ہیں؟

قرآن کی آیتوں سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ [illegible] وادا اور [illegible] تمام انکار [illegible] نہیں بلکہ دوسرے [illegible] ہیں [illegible] قیامت اور موت کے بعد زندہ ہونے کے مسئلہ پر تعجب [illegible] اور اس سے [illegible] زندہ [illegible] کرتے تھے [illegible] اس مسئلہ [illegible] اپنے تعجب [illegible] تھے [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] (اور [illegible]) [illegible] ایسا آدمی [illegible] بتادیں جو تم سے بیان کرے گا کہ جب تم [illegible] اور بالکل [illegible] ہو جاؤ گے تو تم یقیناً ایک [illegible] شخص (محمدؐ) نے [illegible]

[illegible]

ہاں! اس [illegible] بعد کی دنیا (آخرت) اور مردوں کے زندہ ہونے [illegible] یا خدا پر بہتان تراشی سمجھ [illegible] زندگی کے وجود میں آنے کے عقیدہ [illegible]

لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ قرآن نے ان غلط خیالات کے خلاف بہت سے استدلال پیش کئے ہیں جن سے عام لوگ اور بڑے بڑے مفکرین سب ہی اپنی اپنی صلاحیت کے مطابق مستفید ہو سکتے ہیں۔

اگرچہ اس مسئلہ پر قرآن کی سبھی دلیلوں کی تشریح کے لئے ایک مستقل کتاب کی تالیف کی ضرورت ہے مگر یہاں پر اس کے صرف بعض گوشوں پر ہی اکتفا کی جاتی ہے:

قرآن اور موت کے بعد زندہ ہونا

(۱) کبھی قرآن ان غلط خیالات رکھنے والوں سے کہتا ہے: ”تم برابر اپنی آنکھوں سے روزمرہ کی زندگی میں ان زندہ میدانوں کو دیکھتے ہو کہ کس طرح موجوداتِ عالم مرنے کے بعد پھر دوبارہ زندہ ہو جاتے ہیں پھر بھی تم قیامت کے مسئلہ میں شک کرتے ہو اور اس کی تردید کرتے ہو؟!“

وَاللَّهُ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيَاحَ فَتُثِيرُ سَحَابًا فَسُقْنَاهُ إِلَىٰ بَلَدٍ مَيِّتٍ

فَأَحْيَيْنَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ كَذَٰلِكَ النُّشُورُ (فاطر ۹) ”اور خدا وہی ہے جس نے ہواؤں کو بھیجا ہے تو وہ ہوائیں بادلوں کو اڑاتے پھرتی ہیں پھر ہم ان بادلوں کو مردہ افتادہ شہر کی طرف ہنکا دیتے ہیں پھر ہم اس کے ذریعے زمین کو اس کے مر جانے کے بعد شاداب بنا دیتے ہیں اور یونہی مردوں کو قیامت میں زندہ کرنا ہے۔“

موسم سرما (برف باری کے موسم میں) اگر ہم چہرۂ فطرت پر نظر ڈالتے ہیں تو ہر جگہ موت طاری ہوتی ہے۔ تمام درخت مکمل طور پر پتیوں، پھولوں اور پھلوں سے خالی ہوتے ہیں۔ اور درختوں کی خشک شاخیں بغیر کسی حس و حرکت کے کھڑی رہتی ہیں۔ نہ پھول مسکراتے ہیں، نہ کلیاں چٹکتی ہیں اور نہ ہی کوہ و بیابان میں کوئی جنبش حیات نظر آتی ہے۔

لیکن جب بہار کی فصل آتے ہی ہوا [illegible] لطیف ہو جاتی ہے۔ بارش کے [illegible] پڑتے ہی یکبارگی ساری فطرت میں [illegible] ظاہر ہوتی ہے مختلف قسم کی [illegible] ہیں۔ درختوں میں کونپلیں پھوٹتی ہیں۔ کلیاں [illegible] نظر آنے لگتی ہیں [illegible] درختوں پر ڈیرہ جماتے ہیں۔ اور تمام فطرت میں ایک [illegible] بپا ہو جاتا ہے۔

اگر موت کے بعد زندگی کا تصور نہ ہوتا تو ہم اپنی آنکھوں کے سامنے ہر سال یہ منظر نہ دیکھا کرتے۔ اگر موت کے بعد [illegible] ایک محال اور ایک جنون آمیز بات ہوتی تو یہ قابل درک [illegible] [illegible] زندہ ہونے اور [illegible] [illegible] میں فرق ہی کیا ہے؟

★ ★ ★

[illegible] کے ہاتھ پکڑتا ہے ان کو [illegible] کے تبدیلی دور کی [illegible] [illegible] جوان

[illegible] زندہ کرنے پر قادر ہو؟ ہم کو بتاؤ کون ہے جو اس [illegible] ؟" اور وہ جب یہ خیال کرتا ہے [illegible] کے [illegible] دلیل اپنی مٹھی میں لیکر آیا ہوں۔

[illegible] : قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ [illegible] زندہ کرے گا جس نے ان کو [illegible]

[illegible]

[illegible] زندہ کرنے [illegible] ؟

اور [illegible] مختصر اور پر معنی جملہ میں [illegible] مخلوقات کو [illegible]

[illegible]

[illegible] خدا کی ذات [illegible] رکھنے والوں کو خدا کی زمین اور آسمان کو خلق [illegible] : [illegible] يَخْلُقَ مِثْلَهُم ۚ بَلَىٰ وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ ۝ إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ [illegible] ۝ : " [illegible] نہیں رکھتا کہ ان کے مثل [illegible] والا وہ [illegible] جاتا ہے [illegible]

(سورۂ یسین - آیت ۸۱ اور ۸۲)

وہ لوگ جنہوں نے [illegible] قیامت [illegible]

[illegible] خدا اپنی چھوٹی سی چیز [illegible]

[illegible] دوبارہ زندہ [illegible] زیادہ آسان ہے اور [illegible] دوبارہ

زندہ [illegible] قدرت [illegible] نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے

[illegible]

۴۔ [illegible] قوتوں

(ENERGIES) [illegible]

من الشجر الاخضر [illegible]

[illegible] درخت [illegible] پیدا [illegible]

[illegible] زندہ کردے [illegible] اور آگ سلگاتے ہو۔

(سورہ یٰسین [illegible])

[illegible] غور کرتے ہیں اور آج کے جدید

علوم کا [illegible] درخت کی

لکڑی کو جلاتے ہیں اور [illegible] حرارت اور

گرمی سورج کی وہی قوت [illegible] ENERGY [illegible]

عرصہ دراز سے اس درخت میں [illegible]

درخت کی [illegible] میں وہ روشنی اور گرمی [illegible]

ہیں کہ [illegible] اس میں [illegible] لکڑی ایک حیات تازہ کا [illegible]

[illegible] ہے۔

[illegible] درخت کے جسم میں سورج کی

[illegible] کی ساری

حرارت کو اس سے خارج کر دے، مردوں کو دوبارہ زندہ کرنا کیسے مشکل کام ہے؟ (۱)

بہرحال ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید کیسے مدلل اور واضح بیانات ان لوگوں کو جو معاد کے مسئلہ میں شک کرتے ہیں یا اس کی تردید کرتے ہیں یہاں تک کہ ان میں سے بعض تو اس مسئلہ پر گفتگو کو پاگل پن سمجھتے ہیں منہ توڑ جواب دیتا ہے۔ اور مسئلہ قیامت کو واضح طور پر ثابت کرتا ہے۔ ہم نے تو یہاں اس بیان کے بعض گوشوں کا ہی ذکر کیا ہے۔

---

(۱) توجہ فرمائیے کہ سائنس کے اعتبار سے [illegible] درخت [illegible] سورج کی روشنی سے کاربن [illegible] (CARBON DIOXIDE GAS) کا تجزیہ کرتے ہیں اور کاربن (CARBON) کو تو خود [illegible] رکھ لیتے ہیں [illegible] (OXYGEN) کو علیحدہ کر کے آزاد کر دیتے ہیں۔ اور سورج کی طاقت (ENERGY) [illegible] جمع کر لیتے ہیں۔

سوچئے اور جواب دیجئے!

۱۔ منکرین قیامت کے شبہ پر [illegible]

۲۔ کیونکر ہمیں [illegible]

۳۔ قرآن [illegible] زندگی و قیامت کے [illegible]

۴۔ [illegible]

۵۔ قیامت [illegible]

[illegible]

ساتواں سبق

قیامت
اور
تخلیق کا فلسفہ

- خدا نے انسان کیوں خلق کیا ؟
- کیا یہ دنیاوی زندگی ہماری خلقت کا مقصد بن سکتی ہے ؟
- سوچئے اور جواب دیجئے۔

خدا نے ہمیں کیوں خلق کیا؟

[illegible]

عظیم دنیا کی تخلیق کا فلسفہ کیا ہے؟

[illegible]

واضح جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ:

[illegible]

کرنے کے لئے کرتے ہیں۔

[illegible]

ہم کسب معاش کرتے ہیں تاکہ ہماری مالی کمی دور ہو جائے۔

ہم حفظانِ صحت اور دوا و پرہیز اس لئے کرتے ہیں تاکہ ہماری تندرستی محفوظ ہو جائے۔

خدا جو ہر اعتبار سے لامحدود ہے۔ بے نیاز ہے۔ اگر وہ کوئی کام انجام دے۔ تو اس کے کام کا مقصد اس کی ذات سے الگ تلاش کریں۔ وہ اس لئے تخلیق نہیں کرتا کہ اس سے کوئی فائدہ اٹھائے بلکہ اس کا مقصد تو تخلیق سے یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں پر اپنا کرم اور اپنی رحمت نازل کرے۔

وہ ایک بے انتہا چمکتے ہوئے آفتاب کی مانند ہے جس کی اپنی کوئی حاجت نہ ہو۔ بلکہ وہ تو اس لئے نور افشانی کرتا ہے تاکہ سب اس کے وجود کے نور سے بہرہ مند ہو جائیں۔ یہ اس کی لامحدود اور پُر برکت ذات کے لئے ضروری اور مناسب ہے کہ وہ اپنی مخلوقات کا ہاتھ پکڑ کر اسے تکمیل کی راہ پر آگے بڑھاتا ہے۔

عدم سے ہمارا معرضِ وجود میں آنا اور ہماری تخلیق ہونا ہی بذاتِ خود تکمیل کی راہ میں ایک اہم قدم تھا۔ اور پھر خدا کی طرف سے پیغمبروں کا بھیجنا، آسمانی کتابوں کا نازل کرنا اور قوانین اور منصوبوں کا معین کرنا یہ سب ہماری تکمیل کی منزل تک پہونچنے کے لئے مختلف زینے ہیں۔

یہ دنیا ایک عظیم یونیورسٹی ہے اور ہم اس یونیورسٹی کے طالب علم ہیں۔(۱)

یہ دنیا کاشت کے لئے تیار ایک جگہ ہے اور ہم اسکے کاشتکار ہیں۔(۲)

اور یہ دنیا منافع سے بھرپور ایک تجارت کا بازار ہے اور ہم اس بازار کے تاجر ہیں۔(۳)

(۱، ۲، ۳) یہ جملے دنیا میں علی کے مختلف جملوں اور مشہور حدیث الدنیا مزرعۃ الآخرۃ کا مفہوم و مضمون۔

یہ کیونکر ممکن ہے کہ ہم انسان کی تخلیق [illegible]
درانحالیکہ جب ہم [illegible]
مشاہدہ کرتے ہیں تو [illegible] کا ایک مقصد ہے۔

ہمارے بدن کے [illegible]
ہے۔ یہاں تک کہ [illegible]
اندرونی ہونٹ [illegible] ARCH [illegible]

یہ کیونکر ممکن ہے کہ [illegible]
ہو لیکن [illegible]

[illegible]
ایک مختلف مقصد [illegible]
ایک مقصد [illegible] ممکن کیا یہ
ممکن ہے کہ [illegible]

[illegible]
کے اصل مقصد [illegible]
کی [illegible]:
"تربیت اور بتدریج تکمیل"

★ ★ ★

آیا یہ دنیاوی زندگی ہماری خلقت کا مقصد بن سکتی ہے؟

اب جب کہ ہم [illegible]

[illegible] مشقت و زحمت [illegible] کرنا کامیابیوں سے بھری [illegible] زندگی [illegible] مقصد بن سکتی ہے ؟

[illegible] دنیا میں [illegible] برس تک زندہ رہتا ہوں اور ساری [illegible] کے لئے جدوجہد کرتا ہوں اور [illegible] نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اپنی تمام [illegible] اور بڑی بڑی [illegible] اور دردمندی سے جدا [illegible] دنیا سے چلا جاتا ہوں [illegible] اتنا اہم ہے جو مجھے [illegible] زندگی بسر کر [illegible] سکے ۔

یہ بالکل ایسی ہی بات ہے جیسے ایک انجینئر جنگل میں ایک عظیم عمارت بنائے اور [illegible] سال اس کے انتظام اور اس کی تکمیل کے لئے زحمت اٹھائے اور اس میں سارے ضروری وسائل [illegible] جب اس انجینئر سے پوچھا جائے کہ اس سے تمہارا مقصد [illegible] اس تمام زحمت سے میرا مقصد یہ ہے کہ [illegible] تو وہ اس عمارت میں [illegible] استراحت کرے ۔

[illegible] بہت [illegible] تعجب کریں گے، اور [illegible] کہ [illegible] واسطے یہ سارے انتظامات ضروری [illegible] ۔

★ ★ ★

[illegible] جو [illegible] موت کے بعد کی زندگی پر عقیدہ [illegible] سمجھتے ہیں۔ [illegible] مادہ پرستوں کے [illegible] دنیا کی زندگی بے مقصد ہے یہاں تک کہ

ہیں کہ بعض لوگ کبھی کبھی اس سے خودکشی کر لیتے ہیں کہ وہ اس دنیا کی [illegible] ایک [illegible] اور بے مقصد زندگی سے بیزار ہو جاتے ہیں۔

وہ چیز جو ہماری زندگی کو ایک مقصد عطا کرتی ہے اور اسے مناسب اور [illegible] بناتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ زندگی دوسری دنیا [illegible] معلوم ہو جائے۔ اور اس زندگی کی ساری مشکلات اور اس کی [illegible] ایک ابدی و دائمی زندگی کو حاصل کرنے کے لیے ہوں۔

[illegible] کے لئے ہم نے پہلے ایک مثال دی ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر وہ بچہ جو [illegible] عقل و فہم رکھتا ہوتا اور اس سے یہ کہا جاتا کہ تیری اس زندگی کے [illegible] اس کے بعد کچھ بھی نہیں ہے تو یقینی طور پر وہ اپنی اس زندگی پر [illegible] مقصد ہے کہ [illegible] ماہ تک میں مقید رہوں [illegible] ایک کونے میں پڑا رہوں اور اس کے بعد [illegible]

میری اس تخلیق سے پیدا [illegible]

لیکن اگر اس بچہ کو یہ اطمینان دلائیں کہ [illegible] جلد گزر جانے والی زندگی دنیا کی ایک طولانی زندگی کے لئے مقدمہ ہے۔ اور وہ دنیا تمہاری شکم مادر کی فضا سے زیادہ وسیع اور روشن اور پرعظمت ہے اور اس کی بہ نسبت اس دنیا میں زیادہ مختلف اقسام کی نعمتیں ہیں تو تب اس مقام پر وہ بچہ مطمئن ہو جائے گا اور سمجھے گا کہ اس کی شکم مادر کی زندگی کا ایک قابل قدر مفہوم و مقصد ہے اور اسی وجہ سے اسے اس زندگی کی زحمتوں کو برداشت کرنا چاہئے۔

قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے۔ [illegible]

فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ "اور تم نے پہلی پیدائش تو سمجھ ہی لی ہے پھر تم غور کیوں نہیں کرتے کہ اس دنیا کے بعد ایک دوسری دنیا کا بھی وجود ہے۔"

(سورہ واقعہ۔ آیت ۶۲)

یعنی یہ ہے کہ دنیا اپنے سارے وجود کے ساتھ آواز دیتی ہے کہ اس کے بعد ایک دوسری دنیا ہے ورنہ یہ دنیا لغو و بیکار و بے مقصد ہو جائے گی۔

ان الفاظ کو قرآن مجید کی زبان سے سنئے جو ارشاد فرماتا ہے۔ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ "کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم نے تم کو یونہی بے فائدہ پیدا کیا اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹا کر نہ لائے جاؤ گے؟"

(سورہ مومنون، آیت ۱۱۵)

یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر "قیامت" جس کی تعبیر قرآن میں "خدا کی طرف واپس ہونا" ہے، کوئی ضروری امر نہ ہو تو انسان کی خلقت بے کار ہے۔

مختصر یہ کہ تخلیق کا فلسفہ ثابت کرتا ہے کہ اس دنیا کے بعد ایک دوسری دنیا کا وجود ضروری ہے۔

سوچیے اور جواب دیجیے

۱۔ خدا کے صفات [illegible] جا سکتا ؟

۲۔ ہماری تخلیق کا کیا مقصد تھا ؟

۳۔ [illegible] انسان اس دنیا کی [illegible] ہے ؟

۴۔ [illegible] کن باتوں کا سبق دیتا ہے ؟

۵۔ قرآن مجید [illegible] کی تخلیق سے [illegible] کے وجود پر [illegible] استدلال کرتا ہے ؟

آٹھواں باب

روح کی بقا
قیامت کے لئے ایک علامت ہے

- روح مادی اور [illegible] فلاسفہ کی نظر میں۔
- ایک بڑی دنیا چھوٹی سی [illegible]
- روح کی [illegible]
- روح [illegible]

روح مادی اور الٰہی فلسفہ کی نظر میں

کوئی شخص یہ نہیں بتا سکتا [illegible] روح [illegible] کے وجود [illegible] شروع کیا۔

انسان [illegible] شروع ہی [illegible] اپنے اور دوسرے مخلوقات کے درمیان [illegible] پہاڑ اور جنگل کے درمیان ایک [illegible] فرق دیکھا [illegible]۔

انسان نے نیند کا مشاہدہ [illegible] موت [illegible] دیکھا ہے۔ وہ دیکھتا ہے [illegible] کی نیند [illegible] ایک بڑا فرق [illegible] کے اختیار [illegible] دوسرے [illegible]۔

[illegible] رکھتے [illegible] کی [illegible]۔

خاص طور پر [illegible] وحرکت ایک [illegible] دیکھنا [illegible]

"روح" کہا جاتا ہے۔

جس وقت دانشوروں نے فلسفہ کی بنیاد رکھی تو "روح" کو دوسرے مسائل کی بہ نسبت ایک اہم مسئلے کے طور پر سامنے رکھا۔ اس کے بعد سب ہی فلاسفہ نے [illegible] بعض اسلامی دانشوروں کے قول کے مطابق [illegible] دانشوروں کی تعداد [illegible] اپنایا جاتا ہے لیکن [illegible] بحث کا بنیادی نکتہ [illegible] سوال کا جواب ہے کہ:

کیا روح ایک مادی چیز ہے یا غیر مادی؟ یا دوسرے لفظوں میں روح خود مستقل ہے یا دماغ اور اعصاب کے طبیعاتی (PHYSICAL) یا کیمیائی (CHEMICAL) اثرات کا نتیجہ ہے؟

بعض [illegible] روح کے مظاہر [illegible] وقت [illegible] توڑ دیا تو ان کا کام کرنا بھی رک جائے گا۔

ان فلاسفہ کے مقابلے میں [illegible] بعض مادی فلاسفی بھی [illegible] کے معتقد ہیں [illegible] مادی ہے۔

[illegible] کے لئے [illegible] ان میں سے [illegible] کے لئے

پیش کرتے ہیں :

۱۔ ایک بڑی دنیا کو چھوٹی سی فضا میں نہیں رکھا جا سکتا۔

حساب باری غذایی

باہری دنیا ہمارے وجود اور جسم کے اندر آتی ہے ؟ مسلّم طور پر نہیں' پھر معاملہ کیا ہے ؟

حتمی طور پر باہری دنیا کا نقشہ ہمارے سامنے آتا ہے اور ہم روح کی اس بیرونی دنیا سے رابطہ کی خصوصیت کے ذریعہ اپنے جسم کا رابطہ باہری دنیا سے قائم کر لیتے ہیں، اور یہ خصوصیت ہمارے بدن کی طبیعاتی و کیمیائی خصوصیات میں موجود نہیں ہے (غور کیجئے!)

اس کے علاوہ اس بات کو ایک دوسرے طریقہ سے بھی سمجھا جا سکتا ہے :

باہری اور مشاہدہ میں آنے والی مخلوقات کے بارے میں معلومات کے لئے اس پر ایک طرح کا احاطہ ضروری ہے. یہ احاطہ کرنا دماغ کے خلیوں (CELLS) کا کام نہیں ہے. دماغ کے خلیے (CELLS) صرف باہر سے ہی متاثر ہو سکتے ہیں جیسے جسم کے سارے خلیے (CELLS) متاثر ہوتے ہیں.

یہی فرق اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ جسم کے طبیعاتی اور کیمیائی تغیرات کے علاوہ ایک دوسری حقیقت بھی ہمارے وجود میں کارفرما ہے جو ہمارے وجود کا ارتباط باہری دنیا سے برقرار رکھتی ہے. اور یہ حقیقت روح کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے. ایک ایسی حقیقت جو مادی دنیا اور مادی خصوصیات سے ماوراء ہے.

* * *

۳ـــ روح کے اور استقلال پر تجربی دلائل

خوش قسمتی سے دانشوروں نے مختلف سائنٹیفک اور تجربی علوم کی مدد سے روح کی اصلیت اور اس کے استقلال کو ثابت کر دیا ہے اور روح

— استدلال کے منکروں اور [illegible] ان افراد کے لئے جو روح کو مادی خصوصیات کا حامل اور ان کا تابع سمجھتے ہیں [illegible] جواب فراہم کر دیا ہے۔

(۱) ان [illegible] خواب [illegible] کی دلیل اہم ہے کہ اس [illegible] دنیا میں ثبوت بہم پہنچایا ہے اور بہت [illegible] نے اس [illegible] اور جنہوں نے یہ نہیں دیکھا ہے ان کے لئے بھی ایک حقیقت [illegible] ہے اور وہ یہ ہے کہ

مختلف قسم کے [illegible] افراد کی ایک [illegible] ذریعہ حالت خواب [illegible] جاتے ہیں [illegible] حالت خواب [illegible] حالت [illegible] کہتے ہیں [illegible] حالت خواب [illegible] کہتے ہیں [illegible] تنفس [illegible] اور آنکھوں کی [illegible] طاقت [illegible] کو [illegible] نیند کی حالت [illegible] لیکن یہ نیند عام نیند [illegible] نہیں ہوتی بلکہ [illegible] نیند جس میں سونے والے [illegible] منتقل ہو جاتی ہے اور اس [illegible] جاتا ہے۔

[illegible] روح ان مختلف مقامات پر پہنچتی ہے اور وہ کبھی [illegible] خود سے [illegible] ہے۔ [illegible] ایسی اطلاع حاصل کر لیتا ہے جو عام حالات [illegible] کے پاس موجود نہ تھی۔

کبھی غیر مادری زبان میں [illegible] واقف نہ تھا اس مقناطیسی خواب کی حالت میں گفتگو کرتا ہے۔

[illegible] ریاضی کے پیچیدہ سوالات کو حل کرتا ہے۔

کبھی [illegible] وقت [illegible] خط [illegible] سے بند ہوتا ہے لکھتا ہے۔

ری دنیا میں اتفا

قدم ہے۔

ملاحظہ فرمائیے۔

[illegible] دماغ [illegible] [illegible] تیار کیا جاسکتا [illegible]

[illegible] کے [illegible]

[illegible] بعض لوگوں [illegible] [illegible] فلاں دوست اور [illegible] دیکھا بعینہ اور [illegible] کے بعد یہ ثابت ہوا [illegible] اس بات [illegible] ان کی روح کا دوسری دنیا [illegible] ہونے والے حادثات کو بھی دیکھتی [illegible]

[illegible] ان سب باتوں سے [illegible] روح مادی نہیں ہے ورنہ [illegible] ان کے دماغ کی [illegible] نہیں بلکہ اس کا [illegible] ایک [illegible] مابعد الطبیعات [illegible] موت کے بعد ہمارے درمیان [illegible] نہیں ہوتی اور یہ بات [illegible] موت کے بعد کی دنیا کی راہ [illegible] ہے۔

سوچئے اور جواب دیجئے!

۱۔ مادہ پرست اور مذہبی فلسفیوں کے درمیان روح کے مسئلہ میں کیا فرق ہے؟

۲۔ بڑی چیز کے چھوٹی چیز سے منطبق نہ ہونے کے قانون سے کس طرح روح کے استقلال کی دلیلوں میں سے ایک دلیل شمار ہوتی ہے؟

۳۔ [illegible]

۴۔ روحانی [illegible]

۵۔ سچے خواب روح کے استقلال کے لئے کیونکر ثبوت ہیں؟

نواں سبق

جسمانی
اور
روحانی قیامت

- آیا قیامت روحانی ہے یا جسمانی اور روحانی۔
- جسمانی قیامت کا قرآن سے ثبوت۔
- عقل اور قیامت جسمانی
- جسمانی قیامت کے بارے میں چند سوالات اور انکے جوابات۔

آیا قیامت جسمانی ہے [illegible] حانی اور روحانی؟

قیامت کے موضوع پر [illegible] ایک سوال یہ ہے کہ کیا قیامت صرف ایک روحانی پہلو رکھتی ہے [illegible] دو [illegible] والی [illegible] ہے؟ اور یا انسان اس روح اور [illegible] پائیں گے اور اپنی [illegible] پر اپنی زندگی کو دوبارہ [illegible]

[illegible] روحانی قیامت [illegible] اور ایسا لگتا ہے [illegible] موت کے بعد انسان [illegible] اور [illegible] روحانی [illegible] کی طرف [illegible] جاتا ہے۔

لیکن اسلام [illegible] دونوں پہلوؤں سے [illegible] یہ صحیح ہے کہ انسان کا جسم مٹی ہو جاتا ہے [illegible] ہے لیکن وہ خدا جو قادر اور عالم ہے مٹی کے ان ذرات [illegible] کو اکٹھا کر سکتا ہے [illegible] زندگی کا ایک لباس پہناتا ہے [illegible] جسمانی قیامت [illegible] روح [illegible] قیامت [illegible] اور چونکہ [illegible] صرف [illegible] جسمانی [illegible] نام جسمانی قیامت [illegible] ہے۔

أَئِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ؕ

(سورۂ سجدہ [illegible])

اور قرآن مجید ان لوگوں کو جواب دیتا ہے کہ جس خدا نے ان کی پہلی بار تخلیق کی وہی ان کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے [illegible]
[illegible] ان لوگوں نے اس بات پر غور نہیں کیا [illegible] پیدا کرتا ہے [illegible]
دوبارہ پیدا کرے گا، یہ تو خدا کے نزدیک بہت آسان بات ہے۔"

(سورۂ عنکبوت آیت [illegible])

(۴) جاہل عرب کہتے تھے: أَيَعِدُكُمْ أَنَّكُمْ إِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَعِظَامًا أَنَّكُمْ مُخْرَجُونَ "کیا یہ شخص محمد تم سے وعدہ کرتا ہے کہ جب تم مر جاؤ گے [illegible] مٹی اور ہڈیاں بن کر رہ جاؤ گے تو [illegible] زندہ [illegible] قبروں سے [illegible]"

(سورۂ مومنون آیت ۳۵)

قرآن کی یہ تعبیریں اور [illegible] اس بات کا پتہ دیتی ہیں کہ پیغمبر اسلام نے ہر موقع پر جسمانی قیامت [illegible] بات [illegible] مشرکین کو تعجب بھی اسی جسمانی قیامت [illegible] تھا [illegible] کہ قرآن [illegible] قیامت کی [illegible] دوبارہ زندہ [illegible] جس کا [illegible] کی پہلی [illegible] تخلیق اور اس کی دوبارہ زندہ [illegible] قدرت کا ثبوت [illegible] ہے۔

اس بنا پر یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی [illegible] قرآن کے بارے میں [illegible]

تھوڑی سی بھی معلومات ہوں اور وہ جسمانی قیامت سے انکار کرے۔ قرآن کے مطابق جسمانی قیامت سے انکار اصل میں قیامت سے انکار کے مترادف ہے۔

عقلی ثبوت

اس سے قطع نظر عقل کہتی ہے کہ روح اور جسم دو الگ حقیقتیں بھی نہیں ہیں استقلال کی حالت میں بھی ایک دوسرے سے ارتباط اور لگاؤ رکھتی ہیں۔ دونوں کی ساتھ ساتھ پرورش ہوتی ہے اور ساتھ ساتھ ان میں ترقی ہوتی ہے۔ اور مسلم طور پر ابدی زندگی کے لئے ان میں سے ہر ایک کو دوسرے کی ضرورت ہے۔

اگرچہ برزخ (موت کے بعد سے روز قیامت تک کا زمانہ) کے زمانے کے دوران روح جسم سے الگ رہتی ہے لیکن ہمیشہ کے لئے یہ جدائی ممکن نہیں ہے۔ جس طرح جسم بغیر روح کے بیکار ہے اسی طرح روح بھی بغیر جسم کے ناقص ہے۔ روح ایک فرمانروا اور حکمران کی مانند ہے اور جسم فرمانبردار اور آلۂ کار کی مانند ہے۔ کوئی حکمرانی فرمانبردار کے بغیر یا کوئی ہنرمندی آلۂ کار کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

البتہ قیامت میں روح چونکہ اس دنیا کی سطح سے بالاتر جگہ لیتی ہے اسی لئے اسی نسبت سے جسم کو بھی چاہئے کہ ترقی کرے اور روح کیطرح لطیف و پاک ہو جائے۔ یعنی قیامت میں انسان کا جسم اس دنیا کے عیبوں۔ خامیوں اور نقائص سے منزہ ہو۔

بہر حال جسم اور روح ایک دوسرے کے ساتھی اور ایک دوسرے کی تکمیل کرنے والے ہوتے ہیں۔ اور یہ ممکن نہیں ہے کہ قیامت صرف روحانی

یا جسمانی پہلو رکھے۔

دوسرے معنوں میں جسم اور روح کی تخلیق کے مطالعے اور انکا آپس میں ارتباط اور ایک دوسرے سے ہم آہنگی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ قیامت جسمانی اور روحانی دونوں پہلوؤں سے رونما ہو۔

دوسری طرف انصاف پر مبنی قانون بھی یہ کہتا ہے کہ: قیامت کو دونوں پہلوؤں سے ہونا چاہئے کیوں اگر انسان نے گناہ کیا تو گویا اس کی روح و جسم دونوں نے وہ گناہ کیا ہے۔ یا اگر اس نے نیک کام کیا ہے تو وہ بھی اس کی روح اور جسم نے مل کر کیا ہے۔ اس بناء پر سزا و جزا کے لئے بھی یہی روح اور جسم مستحق ہوں گے اور اگر صرف جسم یا صرف روح کی بازگشت ہو تو پھر انصاف پر مبنی قانون نافذ نہیں ہوا۔

جسمانی قیامت کے بارے میں سوالات

اس موضوع پر دانشوروں نے بہت سے سوالات کئے ہیں جن میں سے بعض پر اس بحث کی تکمیل کے لئے غور کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

— علم طبیعات کے ماہرین کی تحقیقات کے مطابق انسان کا جسم اپنی عمر کے دوران کئی بار بدلتا ہے۔ یہ عمل بالکل تیراکی کے حوض (SWIMMING POOL) میں رہنے والے پانی کی طرح ہوتا ہے کہ یہ پانی حوض میں ایک طرف سے آتا ہے اور دوسری طرف سے آہستہ آہستہ نکلتا ہے۔ ظاہر ہے کہ کچھ وقت کے بعد اس حوض کا تمام پانی بدل جاتا ہے۔

یہ عمل انسان کے بدن میں تقریباً ہر ۷ سال کے بعد ایک بار انجام پاتا ہے۔ اس بناء پر ہم اپنی عمر کے دوران کئی بار بدل جاتے ہیں۔

اب یہ سوال ہوتا ہے کہ ان جسموں کی کون سی شکل قیامت میں دوبارہ زندہ کی جائے گی۔

اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمارے جسم کی آخری شکل قیامت میں پلٹائی جائیگی جیسا کہ ہم نے یہاں پر بیان کی گئی قرآن کی آیتوں میں پڑھا ہے کہ خداوند عالم نے انسانوں کو ان ہی بوسیدہ اور خاک شدہ ہڈیوں سے دوبارہ تخلیق کرے گا۔ اور اس بیان کا مفہوم یہی ہے کہ ہمارے بدن کی آخری شکل کی ہی بازگشت روزِ قیامت ہوگی۔

البتہ اس مقام پر ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ ہمارے بدن کی آخری شکل عمر بھر کی تمام شکلوں کے آثار اور ان کی خصوصیات، اپنے میں محفوظ کر لیتی ہے۔

دوسرے لفظوں میں ہمارے جسم جو بتدریج ختم ہونے لگتے ہیں وہ تمام آثار اور خصوصیات آئندہ شکل لینے والے بدن کو منتقل کر دیتے ہیں اور اسی بنا پر جسم کی آخری شکل جسم کی مختلف شکلوں کی صفات کی وارث ہوتی ہے۔ اور اسی طرح اس آخری جسم پر انصاف کے قانون کے رو سے قیامت میں ثواب و عذاب کیا جاسکتا ہے۔

★ ★ ★

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب ہم مٹی ہو جاتے ہیں اور ہمارے ذرّات گھاس اور پھولوں کا جزء بن جاتے ہیں اور نتیجتاً کسی دوسرے انسان کے بدن کا حصّہ بن جاتے ہیں۔ تو پھر قیامت کے دن کیا ہوگا (یعنی وہی چیز ہے جسے فلسفہ اور کلام میں "شبہہ اکل و ماکول" کہا جاتا ہے)

اگرچہ اس سوال کا جواب تفصیل طلب ہے لیکن ہم اس بات کی کوشش

کریں گے کہ اس مختصر بیان میں یہاں پر ضروری حد تک وضاحت کریں

اس سوال کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ مسلم طور پر ایک انسان کے بدن کے جو ذرے مٹی کی شکل میں بدل گئے ہیں اور دوسرے انسان کے بدن کے حصوں کا جز بن چکے ہیں تو وہ ذرے اپنے پہلے جسم کیطرف لوٹ آئیں گے۔ (قرآن کی جو آیتیں پہلے بیان کی گئی ہیں وہ بھی اس مفہوم کی وضاحت کرتی ہیں)

یہاں پر صرف مشکل یہ پیش آتی ہے کہ اس صورت میں دوسرے انسان کا بدن ناقص ہو جائے گا۔ لیکن ہمیں چاہئے یہ کہیں کہ دوسرے انسان کا بدن ناقص نہیں ہوگا بلکہ چھوٹا ہو جائے گا۔ چونکہ یہ ذرات سارے بدن میں پھیلے ہوتے تھے جو وقت یہ اپنے پہلے بدن کیطرف لوٹانے کے لئے واپس لئے جائیں تو اس وقت اس دوسرے انسان کا بدن اسی نسبت سے کمزور اور چھوٹا ہو جائے گا۔

اس بنا پر نہ تو پہلے انسان کا بدن ختم ہوتا ہے اور نہ ہی دوسرے انسان کا۔ صرف یہ بات ضرور ہے کہ دوسرے انسان کا بدن چھوٹا ہو جاتا ہے۔ اور یہ چیز کوئی مشکل پیدا نہیں کرتی۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ قیامت کے دن انسانوں کے جسم بھی۔ ارتقائی منازل طے کریں گے۔ اور ان کے نقائص اور ان کی کمیاں برطرف ہو جائیں گی۔ بالکل اسی طرح جیسے ایک بچہ بڑھتا ہے یا ایک زخمی انسان کے جسم میں نیا گوشت پیدا ہوتا ہے اور اس شخصیت میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی۔ قیامت میں جو کہ ایک دنیائے کمال ہوگی ناقص اور چھوٹے بدن کامل صورت میں محشور ہوں گے۔

اور اس طرح اس سلسلہ میں کوئی مشکل باقی نہیں رہ جاتی

(غور کیجئے!)

(مزید معلومات اور توضیحات کے لئے کتاب "معاد و جہان پس از مرگ" ملاحظہ فرمائیں۔)

سوچئے اور جواب دیجئے!

۱۔ کیا قیامت میں انسان کی زندگی ہر لحاظ سے اس کی اس دنیا کی زندگی کی طرح ہوگی؟

۲۔ کیا ہم قیامت میں ملنے والی جزاؤں اور سزاؤں کو اس دنیا میں محسوس کر سکتے ہیں؟

۳۔ کیا بہشت کی نعمتیں اور دوزخ کے عذاب صرف جسمانی پہلو رکھتے ہیں؟

۴۔ اعمال کے مجسم ہونے سے کیا مراد ہے؟ اور اس پر قرآن کیونکر دلالت کرتا ہے؟

۵۔ اعمال کے مجسم ہونے کا عقیدہ قیامت کے بارے میں کن مشکلات کو حل کرتا ہے؟

دسواں سبق

بہشت اور دوزخ اور اعمال کا مجسّم ہو کر ظاہر ہونا

- کیا موت کے بعد والی دنیا اسی دنیا کی طرح ہے ؟
- آیا اس دنیا کی حکومت کا نظام بھی اسی دنیا کے نظامِ حکومت کی طرح ہے ؟
- اعمال کا مجسّم ہو کر ظاہر ہونا۔

کیا موت کے بعد والی دنیا اسی دنیا کی طرح ہے؟

بہت سے لوگ خود سے یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا موت کے بعد والی دنیا اسی دنیا کی طرح ہے یا اس سے مختلف ہے؟ اُس دنیا کی نعمتیں اور سزائیں اور وہاں پر رائج نظام اور قوانین کیا اس دنیا کی مانند ہیں؟ اس کے جواب میں تصریح کے ساتھ یہ کہنا ضروری ہے کہ: ہمارے پاس بہت سے ثبوت ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اُس دنیا اور اس دنیا میں بہت زیادہ فرق ہے۔ یہاں تک کہ قیامت کے بارے میں بھی ہم جو کچھ جانتے ہیں وہ بھی بس ایک سراب کی مانند ہے۔

بہتر یہی ہے کہ "ہم شکم مادر کے بچہ" کی مثال سے ہی یہاں پر کام لیں۔ جتنا شکم مادر کی دنیا میں اور اس دنیا میں فرق ہے اتنا ہی یا اس سے زیادہ فرق "اس دنیا" اور "دوسری دنیا" میں ہے۔

اگر شکم مادر میں رہنے والا بچہ عقل و ہوش رکھتا ہوتا اور چاہتا کہ باہری دنیا کی یعنی آسمان و زمین، سورج، چاند اور ستاروں، پہاڑوں، جنگلوں اور دریاؤں کی تصویر اپنے ذہن میں رکھے تو مسلم طور پر وہ کسی طرح بھی یہ کام نہیں کر سکتا۔

اس بچہ کے لئے جو شکم مادر میں ہے اور شکم مادر کے محدود ماحول کے علاوہ اس نے کچھ بھی نہیں دیکھا ہے اس کے لئے چاند و سورج و سمندر اور موجیں اور طوفان و نسیم و گل اور اس دنیا کی رنگینیاں کوئی مفہوم نہیں رکھتی ہیں۔ اس کی دنیائے معلومات کی لغت میں صرف چند الفاظ ہی ہوتے ہیں۔ اور شکم مادر کے باہر سے کوئی اسے کتنا ہی اس دنیا کے بارے میں سمجھانے کی کوشش کیوں نہ کرے لیکن وہ بچہ اسکی ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتا۔

اس محدود دنیا کا اس انتہائی وسیع دنیا سے اتنا ہی یا اس سے کچھ زیادہ فرق ہے۔ اس بنا پر ہم بالکل اس بات پر قادر نہیں ہیں کہ دوسری دنیا کی نعمتوں اور قوانین اور بہشت وغیرہ کی اصل حقیقت سے مطلع ہو سکیں۔

اس لئے ہم ایک حدیث میں پڑھتے ہیں: فیہا ما لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر: (بہشت میں ایسی نعمتیں ہیں جنھیں آنکھوں نے نہیں دیکھا اور نہ ہی اس کے بارے میں کسی کان نے سنا ہے اور نہ ہی کسی دماغ نے اس کے بارے میں سوچا ہے)۔

اور قرآن مجید نے اسی مفہوم کو دوسرے الفاظ میں یوں بیان کیا ہے:
فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءً ۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ "ان لوگوں (نیک اعمال کرنے والوں کے نیک اعمال کے بدلے میں کیسی کیسی آنکھوں کو ٹھنڈک دینے والی نعمتیں ان کے لئے ڈھکی چھپی رکھی ہیں اس کو تو کوئی شخص جانتا ہی نہیں"۔

(سورہ سجدہ آیت ۱۷)

آیا اس دنیا کی حکومت کا نظام بھی اس دنیا کے نظامِ حکومت کی طرح ہے؟

اس دنیا کی حکومت کا نظام بھی اس دنیا کے نظامِ حکومت سے بہت الگ ہے مثلاً: قیامت کی عدالت میں انسانوں کے اعمال کے گواہ ان کے ہاتھ پیر، ان کے جسم کی کھال اور یہاں تک کہ وہ زمین گواہ ہو گی جس میں انھوں نے

گناہ کئے ہوں گے : اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○ "آج ہم ان کے منہ پر مہر لگادیں گے اور جو جو کارستانیاں یہ لوگ (دنیا میں) کررہے تھے خود ان کے ہاتھ ہم کو بتادیں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے ۔"

(سورۂ یٰسین ۔ آیت ۶۵)

وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ۖ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○

"اور یہ لوگ اپنے اعضاء سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی تو وہ جواب دیں گے کہ جس خدا نے ہر چیز کو گویا کیا اس نے ہم کو بھی (اپنی قدرت سے) گویا کیا اور اسی نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا اور (آخر) اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے"۔

(سورۂ فصلت (حم السجدہ) ۔ آیت ۲۱)

البتہ ان مسائل کا تصور اب سے کچھ زمانہ قبل تک مشکل تھا۔ لیکن علوم کی ترقی کے ساتھ ساتھ مناظر کے عکس اور آواز کو ٹیپ کرنے کے نمونوں کو دیکھ کر اب یہ باتیں بالکل تعجب خیز نہیں رہیں ۔

بہر حال اگرچہ ہم اس دنیا کی نعمتوں کا دور سے تصور ہی کر سکتے ہیں اور ان کی وسعت و اہمیت اور خصوصیات سے صحیح طور پر واقف نہیں ہو سکتے لیکن اس حد تک جانتے ہیں کہ اس دنیا کی نعمتیں اور سزائیں جسمانی اور روحانی دونوں پہلو رکھتی ہیں۔ کیوں کہ معاد جسمانی بھی ہے اور روحانی بھی ۔ اور یہ فطری بات ہے کہ سزا و جزا بھی دونوں پہلوؤں سے ہونی چاہئے ۔

یعنی جس طرح قرآن مجید نے مادی و جسمانی پہلو کے لئے ارشاد فرمایا ۔

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمْ فِيْهَا اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ ”اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے ان کو (اے پیغمبرؐ) خوشخبری دید یجئے کہ ان کے لئے (بہشت کے) وہ باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ جب انھیں ان باغات کا کوئی میوہ کھانے کو ملے گا تو کہیں گے یہ تو وہی (میوہ ہے) جو پہلے بھی ہمیں کھانے کو مل چکا ہے۔ انھیں ملتی جلتی صورت و رنگ کے (میوے) ملا کریں گے، اور بہشت میں ان کے لئے صاف ستھری بی بیاں ہوں گی اور یہ لوگ اس باغ میں ہمیشہ رہیں گے۔“

(سورۂ بقرہ۔ آیت ۲۵)

اسی طرح قرآن مجید روحانی نعمتوں کے بارے میں یوں فرماتا ہے:

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○ ”اور (ان بہشتیوں کے لئے) خدا کی رضا اور خوشنودی ان سب نعمتوں سے بالاتر ہے یہی تو بڑی اعلیٰ درجہ کی کامیابی ہے۔

(سورۂ توبہ۔ آیت ۷۲)

حقیقت یہ ہے کہ بہشت کے رہنے والے انسان اس احساس سے، کہ خدا ان سے راضی ہے اور پروردگار عالم نے ان کو اپنی نعمتوں سے نوازا ہے، ایسے لطف و مسرت کو محسوس کرتے ہیں جس کا کسی چیز سے مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔

اسی طرح دوزخ کے رہنے والے انسانوں کے لئے جہنم کی آگ اور جسمانی عذابوں کے علاوہ ان کے شامل حال جو خدا کا غیض و غضب اور اس کی ناخوشی

ہوتی ہے وہ ان کے لئے ہر سزا سے بدتر ہے۔

★ ★ ★

اعمال کا مجسم ہو کر ظاہر ہونا

یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ قرآن کی بہت سی آیتوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ قیامت میں ہمارے اعمال زندہ ہو کر سامنے آئیں گے۔ اور مختلف شکلوں میں ہمارے ساتھ ہوں گے۔ اور اعمال کا اس طرح مجسم ہو کر سامنے آنا جزا و سزا کا ایک اہم طریقہ ہو گا۔

ظلم و ستم ایک سیاہ بادل کی شکل میں ہم کو گھیرے گا جیسا کہ پیغمبرؐ کی ایک حدیث میں بیان کیا گیا ہے: الظلم ھو الظلمات یوم القیٰمہ" یعنی ظلم قیامت کے دن تاریکی کی صورت میں ظاہر ہو گا۔

یتیموں کے مال پر ناجائز طور پر قبضہ ہم کو آگ کے شعلوں کی صورت میں گھیرے گا جیسا کہ سورۂ نساء کی آیت ۱۰ میں بیان کیا گیا ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا ۝ "جو لوگ یتیموں کے مال ناحق چٹ کھایا کرتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں بس انگارے بھرتے ہیں اور عنقریب جہنم واصل ہوں گے۔"

اور ایمان ایک نور اور روشنی کی شکل میں ہمارے چاروں طرف ظاہر ہو گا۔ جیسا کہ سورۂ حدید کی آیت ۱۲ میں بیان کیا گیا ہے: یَوْمَ تَرَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ یَسْعٰی نُوْرُهُمْ بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ بِاَیْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْیَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ

ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ "جس دن تم مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کو دیکھو گے کہ ان کے ایمان کا نور ان کے آگے اور داہنی طرف چل رہا ہوگا توان سے کہا جائے گا تم کو بشارت ہو کہ آج تمہارے لئے وہ باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ان میں ہمیشہ رہو گے اور یہی تو بڑی کامیابی ہے۔"

اسی طرح جن سود خواروں نے اپنے خراب اور گندے عمل سے معاشرہ کے انصاف پر مبنی اقتصاد کو درہم برہم کیا ہوگا وہ تشنجی اور اعصابی بیماریوں کی مانند ہو جائیں گے کہ اٹھنے کے وقت اپنے جسم کا توازن خود برقرار نہ رکھ سکیں گے۔ کبھی زمین پر گریں گے تو کبھی اٹھیں گے جیسا کہ سورۂ بقرہ کی آیت ۲۷ میں بیان گیا ہے:

مال کا ذخیرہ کرنے والے اور دولت جمع کرنے والے بخیلوں جنھوں نے محرومین کے حقوق ادا نہیں کئے، کی گردنوں میں ایک ایسا سنگین طوق ہوگا کہ وہ حرکت تک نہ کر سکیں گے جیسا کہ سورۂ آل عمران کی آیت ۱۸۰ میں بیان کیا گیا ہے: وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۭ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ "اور جن لوگوں کو خدا نے اپنے فضل و کرم سے کچھ دیا ہے اور پھر بخل کرتے ہیں وہ ہرگز اس خیال میں نہ رہیں کہ یہ ان کے لئے کچھ بہتر ہوگا بلکہ یہ ان کے حق میں بدتر ہے۔ کیونکہ جن مال کا بخل کرتے ہیں عنقریب ہی قیامت کے دن اس کا طوق بنا کر ان کے گلے میں پہنایا جائے گا۔ اور سارے آسمان و زمین کی میراث خدا ہی کی ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو خدا اس سے خبردار ہے۔"

اور اسی طرح تمام اعمال اپنی مناسبت سے کسی نہ کسی شکل میں مجسّم ہو کر

ظاہر ہوں گے۔

ہم جانتے ہیں کہ جدید علوم کے مطابق دنیا میں کوئی چیز نابود نہیں ہوتی۔ مادہ اور قوت (ENERGY) ہمیشہ کسی نہ کسی شکل میں باقی رہتی ہے اور کبھی ختم نہیں ہوتی۔ ہمارے افعال و اعمال بھی ان دونوں (مادہ و قوت) کے قانون سے الگ نہیں ہیں۔ اور اسی قانون کے مطابق ہمیشہ ہمیشہ باقی رہتے ہیں خواہ انکی شکل کتنی ہی کیوں نہ بدل جائے۔

قرآن مجید قیامت کے بارے میں مختصر اور متوجہ کرنے والی عبادت میں ارشاد فرماتا ہے: وَ وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ " اور جو کچھ ان لوگوں نے (دنیا میں) کیا تھا وہ سب موجود پائیں گے"۔

(سورۂ کہف۔ آیت ۴۹)

حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کو جو بھی سزا ملیگی وہ ان کے اعمال کی بنا پر ہی ملے گی اور اسی لئے اسی سورۂ کہف کی آیت ۴۹ میں اس جملہ کے بعد فوراً قرآن مجید مزید ارشاد فرماتا ہے: وَلَا یَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ؕ: " اور تیرا پروردگار کسی پر (ذرّہ برابر) ظلم نہ کرے گا۔"

ایک دوسرے مقام پر قرآن میں ہم روزِ قیامت کے بارے میں پڑھتے ہیں: یَوْمَئِذٍ یَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا لِّیُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ؕ " اس دن لوگ گروہ گروہ (اپنی اپنی قبروں سے) نکلیں گے تاکہ اپنے اعمال کو دیکھیں"۔

(سورۂ زلزال۔ آیت ۶)

فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ؕ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ ؕ: تو جس شخص نے ذرّہ برابر نیکی کی ہے وہ اسے دیکھ لے گا اور جس شخص نے ذرّہ برابر بدی کی ہے تو وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔"

(سورۂ زلزال۔ آیات ۷و ۸)

غور کیجیئے کہ قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے کہ انسان اپنے اعمال کو خود دیکھیگا۔ یہ حقیقت، کہ ہمارے چھوٹے بڑے اور نیک و بد اعمال اس دنیا میں باقی اور محفوظ رہتے ہیں اور ختم نہیں ہوتے اور قیامت میں بھی ہمارے ساتھ ہر جگہ پر رہیں گے، ہم سب کے لئے ایک انتباہ ہے تاکہ ہم خرابیوں اور برائیوں سے سختی کیساتھ دور رہیں اور نیکیوں کی راہ پر چلنے کی دل سے کوشش کریں۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ آج ایسے آلات ایجاد ہو چکے ہیں جو اس مسئلہ کی عکاسی اسی دنیا میں ہمارے لئے کر سکتے ہیں۔

ایک دانشور لکھتا ہے: آج مصر کے دو ہزار سال قبل کے مٹی کے برتن بنانے والوں کی آوازوں کی لہروں کو اسطرح منعکس کرنا ممکن ہے کہ وہ آوازیں سننے کے قابل ہوں۔ مصر کے عجائب گھروں میں دو ہزار سال قبل بنائے گئے وہ مٹے کے برتن باقی ہیں جن پر بناتے وقت مخصوص پہیئے اور ہاتھوں کے ذریعہ سے کاریگروں کی آوازوں کی لہروں کے نقش بنے ہیں اور آج ان لہروں کو پھر سے اس طرح زندہ کیا جا سکتا ہے کہ ہم اپنے کانوں سے ان آوازوں کو سن سکیں۔

بہر حال قیامت کے مسئلہ اور نیکو کاروں کی ابدی جزاؤں اور بدکاروں کی ہمیشہ رہنے والی سزاؤں کے بارے میں بہت سے سوالات کے جوابات قرآن مجید میں دیئے گئے ہیں۔ اور اعمال کے مجسم ہونے اور اس مسئلہ پر بھی کہ ہمارے ہر اچھے اور برے عمل کا اثر روح و جان پر ہوتا ہے اور جو ہمیشہ ہمارے ساتھ رہیگا، ان سب سوالات کے جوابات قرآن مجید میں موجود ہیں۔

۱۵ مرداد ۱۳۶۲ ہجری شمسی

ناصر مکارم شیرازی

سوچئے اور جواب دیجئے!

۱. کیا قیامت میں انسان کی زندگی ہر لحاظ سے اس کی اس دنیا کی زندگی کی طرح ہوگی؟
۲. کیا ہم قیامت میں ملنے والی جزاؤں اور سزاؤں کو اس دنیا میں محسوس کر سکتے ہیں؟
۳. کیا بہشت کی نعمتیں اور دوزخ کے عذاب صرف جسمانی پہلو رکھتے ہیں؟
۴. اعمال کے مجسم ہونے سے کیا مراد ہے؟ اور اس پر قرآن کیوں کر دلالت کرتا ہے؟
۵. اعمال کے مجسم ہونے کا عقیدہ قیامت کے بارے میں کن مشکلات کو حل کرتا ہے۔

❖ ❖ ❖